میثم قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مینارِ حقیقت

---- مؤلفہ ----

شیخ الحدیث مفسرِ قرآن ابو النصر پیر
مفتی محمد ریاض الدین صاحب قادری
چشتی نقشبندی قطب شاہی اعوان

---- باھتمام ----

ملک صوفی عبد الرحمٰن خان چشتی لنگر شریف
و صاحبزادہ قاری محمد خان رضوی و صاحبزادہ قاری محمد اکرم خان علوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مینارِ حقیقت

مؤلفہ

شیخ الحدیث مفسرِ قرآن ابو النصر پیر
مفتی محمد ریاض الدین صاحب قادری
چشتی نقشبندی قطب شاہی اعوان

باہتمام

ملک صوفی عبد الرحمٰن خان چشتی لنگر شریف
وصاحبزادہ قاری محمد خان رضوی وصاحبزادہ قاری محمد اکرم خان علوی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں !

کتاب : مینار حقیقت
مصنف : مفتی محمد ریاض الدین قادری
لنگر شریف ضلع اٹک
کتابت : حکیم محمود الحسن خوشنویس محلہ اسلام پورہ
منڈی فاروق آباد ضلع شیخوپورہ
ناشر : ملک صوفی عبدالرحمٰن خان چشتی لنگر شریف
ضلع اٹک
مطبع : عبدالحمید الجدہ پرنٹرز
22/SR - احاطہ ترلوک چند، اردو بازار - لاہور
قیمت
15/- × 25
فون : ۲۴۹۲

نوٹ : فہرست "مینار حقیقت" آخر میں ملاحظہ فرمائیں !

وجہ تالیف اور انتساب

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

أَمَّا بعد! بے شمار سول اور فوجی نوجوانوں کے بار بار اس اصرار پر کہ ایک مختصر جامع اور عام فہم ایسی کتاب جامعہ سے ضرور شائع ہونی چاہیے جس میں سُنّی، وہابی، اختلافی مسائل تقریباً موجود اور حوالجات نہایت ذمہ داری کے ساتھ درج ہوں۔ اور ہمیں یہ اعلان کرنے میں کوئی باک نہیں کہ ہر وہ شخص جو ہمارے مندرجہ حوالوں میں سے صرف ایک حوالہ غلط ثابت کرے گا وہ بطور انعام سو روپے کا مستحق ہوگا لیکن ہمیں مکمل یقین ہے کہ ایسا کسی سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔

نوٹ: انعام کا مستحق صرف وہ شخص ہوگا جو حوالہ غلط ثابت کرنے میں سبقت کرے گا۔ آخر میں میں اپنی اس ذہنی کاوش کو ان نونہالِ ملت کے نام منسوب کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں جن کا وجودِ مسعود اس تالیف کا باعث بنا ہے۔ اللہ کریم اس کاوش کو عالم اسلام کے لئے مفید تر ثابت فرمائے! آمین وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

فقیر محمد ریاض الدین قادری اعوان غفرلہ

مصنفؒ کا مختصر تعارف

از مخدوم اہلسنت تاج القراء مناظر اسلام
ابوالفیض حضرت علامہ صاحبزادہ قاری غلام محمد خانصاحب
قادری مجددی

سادہ لباس، سادہ اندازِ گفتگو، شب و روز رضائے الٰہی و رضائے حبیبِ الٰہی کی جستجو، علم و عمل کا پیکر، زہد و تقویٰ کا مرکز اہلسنت کے عربی و فارسی، اردو کے رواں قلم ادیب، مسلک حقہ کے بے باک نقیب، نامور مدرس، بہترین مصنف، راہبر شریعت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ الحاج پیر مفتی ابوالنصر محمد ریاض الدین صاحب قادری چشتی، پرنسپل جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام رجسٹرڈ اٹک ۱۹۳۳ء میں ضلع اٹک کے معروف قصبہ لنگر شریف تحصیل پنڈی گھیپ (الحال جنڈ) میں معروف صوفی بزرگ شہید ملت حضرت بابا ملک عبدالستار خانصاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ اعوان کے گھر پیدا ہوئے والد بزرگوار نے اپنے لختِ جگر کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کا مکمل پختہ ارادہ فرما لیا تھا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک فرشتہ سیرت انسان مولانا سلطان محمود صاحب دمالوی کی خدمات حاصل کیں۔ ابھی آپ ابتدائی

دینی تعلیمی مراحل ہی طے فرمارہے تھے کہ اُستادِ محترم کا وصال ہوگیا تو
حضرت شہیدِ ملت نے لنگر شریف میں ایک مستقل دینی ادارہ "قائم
کرنے کی غرض سے مولانا محمد اسحاق صاحب بلوچستانی کو اپنی ذاتی
جائیداد میں سے ایکڑ سے زائد اراضی برائے دارالعلوم فی سبیل اللہ عنایت
فرمائی اور دارالعلوم کی مستقل عمارت کے لئے چند کمرے تعمیر فرمائے
مولانا نے وعدہ کیا کہ میں اس مدرسہ کو کامیابی سے ہمکنار کروں گا تو
حضرت کے والد محترم نے مولانا اور بیس[20] کے قریب طلباء کے اخراجات کی
کفالت بھی شروع فرما دی ، مگر مولانا موصوف ایفائے عہد نہ فرما سکے اور چونکہ
علاقہ میں کوئی ایسا عالم دین نہیں تھا۔ جس کی خدمات حاصل کی جائیں ، تو
حضرت نے سلسلۂ تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے مشہور دینی مراکز چورہ شریف
بسال شریف ، مکھڈ شریف ، پاک پتن شریف احسن المدارس میں تعلیم کا سلسلہ
شروع کیا۔ آپ کے اساتذہ میں سے پیر طریقت علامہ الحاج خواجہ محمد ارشاد حسین
نوری چورہ شریف۔ پیر طریقت ، رہبر شریعت علامہ الحاج سید محمد زبیر شاہ
چکوال خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔

۱۹۵۹ء میں آپ دورہ حدیث شریف پڑھنے کی غرض سے لائل پور
شریف حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں دینی تعلیم کے
ساتھ روحانی تعلیم کا آغاز بھی کیا اور بخاری دورانِ جنیدِ زمان حضرت علامہ
الحاج ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب کے دستِ حق پرست پر بیعت کی
دورہ حدیث شریف کی تکمیل پہ حضرت محدث اعظم پاکستان نے انعام کے طور

پر مسلم شریف عربی اور فتاویٰ رضویہ جلد اوّل عربی عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ مولانا آپ پہلے شاگرد ہیں۔ جن کو فتاویٰ رضویہ شریف دے رہا ہوں۔ مرشدِ کامل نے عنایت و مہربانی فرمائی۔ دورہ تفسیر، قرآنِ پاک مناظرِ اسلام علامہ ابوالحقائق پیر الحاج محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی مرحوم کے پاس پڑھا۔ فراغت کے بعد ۱۹۶۰ئہ میں آپ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ ہری پور نائب صدر مدرس کے مسند پہ فائز ہوئے۔ متواتر تین سال تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس دوران حضرت محدثِ اعظم علاج اور آب و ہوا کی تبدیلی کی غرض سے ہری پور تشریف لائے تو حضرت علامہ قبلہ سید محمد زبیر شاہ صاحب صدر مدرس جامعہ و سید محمد شاہ صاحب ناظم جامعہ وغیرہ کی موجودگی میں آپ کو خلعت خلافت سے نوازا اور ہر چار سلاسل میں بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمانے کے ساتھ فتویٰ نویسی اور کتب تصنیف کرنے کا حکم فرمایا جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ جامع شریعت و طریقت کے اس فرمان میں اتنا اثر تھا کہ چند روز میں آپ نے گستاخانِ رسول کی نقاب کشائی کے لئے پہلی کتاب آئینہ حق تصنیف فرمائی جو حق و باطل کے درمیان تفریق پیدا کرنے کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

۱۹۶۳ئہ میں آپ حضرت خواجہ علامہ پیر محمد ارشاد حسین صاحب نوری چوُرہ شریف کے حکم سے دربار چشتیہ میرہ شریف بحیثیت مفتی و خطیب و صدر مدرس تشریف لے گئے۔ جہاں لوگوں نے دُعا بعد جنازہ حیلہ اسقاطِ قبر پر اذان دینے کے خلاف اور عدم جواز پر ایک عظیم شورش کھڑی کر رکھی تھی۔

آپ نے خطبات جمعہ اور دیگر اجتماعات میں ان کا ردِّ بلیغ فرمایا اور اس فتنہ کی ہمیشہ سرکوبی کے لئے سفینۂ حق کے نام سے ایک مختصر مگر مدلّل کتاب شائع فرمائی جس سے منکرین کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کی بے لگام زبانوں پر مہرِ سکوت لگ گئی۔ اسی اثناء میں دُنیائے دیوبندیت کا لعل شاہ نامی مناظرہ کی غرض سے بروالہ کے مقام پر آیا۔ مگر ذلّت و رسوائی لے کر اور اس مصرعہ کا مصداق بن کر واپس لوٹا ع "بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے"

۱۹۶۶ء میں بحیثیت مفتی و صدر مدرس دارالعلوم عربیہ غوثیہ لالہ موسیٰ میں آپ کا تقرر حضرت علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب چکوال نے فرمایا؛ اُستاد ذی وقار کے حکم کو تسلیم کرتے ہُوئے وہاں تشریف تو لے گئے مگر آب و ہوانے موافقت نہ کی۔ بایں ہمہ سوا دو سال تک تدریسی تحریری، تقریری خدمات انجام دیتے رہے اور وہاں ہی منطق کی مشہور کتاب ایساغوجی پر حاشیہ بزبان عربی، صغریٰ و اوسط پر حاشیہ بزبان فارسی تحریر فرمایا۔ جبکہ غیر مقلدین نے لالہ موسیٰ اور گرد و نواح کے سادہ لوح سُنّی مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے قرۃ العینین نامی کتاب کی تقسیم کا سلسلہ شروع کر دیا تو حضرت نے باوجود عدیم الفرصتی کے شرفائے علاقہ کے اصرار پر اس کے جواب میں منیر العینین معروف بہ مدینۂ حق ایک مدلل کتاب تحریر فرمائی اور موضع خاص پور میں غیر مقلدین کو مناظرہ کی دعوت دی دن کا تعین ہُوا۔ آپ مقررہ وقت پر پہنچ گئے مگر مخالف سامنے نہ آیا۔

۱۹۶۹ء کے اواخر میں سلسلہ نوشاہیہ کی معروف شخصیت حضرت پیر ابوالکمال برق صاحب نوشاہی لالہ موسیٰ تشریف لائے اور آپ کو جامعہ

تبلیغ الاسلام ڈوگہ شریف ضلع گجرات میں تدریسی فرائض سرانجام دینے کے لئے مجبور کیا۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ موصوف نے جامعہ اسلامیہ چکسواری آزاد کشمیر کی ناکامی کے اسباب بیان کئے اور مجبور کیا کہ وہاں آپ کے بغیر دار العلوم کی کامیابی ناممکن نظر آتی ہے بالآخر حضرت پیر صاحب کے مجبور کرنے پر آپ جامعہ اسلامیہ آزاد کشمیر میں بحیثیت شیخ الحدیث مفتی و صدر مدرس تشریف فرما ہوئے۔ اہلِ سُنّت کے حلقوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ طلباء کی کثیر جماعت نے جامعہ کا رُخ کیا۔ آپ کی علمیّت و قابلیت کا چرچا ہونے لگا۔

۱۹۷۰ء میں پیرِ طریقت مرشدِ من حضرت خواجہ الحاج حافظ محمد فاضل زیب آستانہ عالیہ فیض پور شریف سے تعارف ہُوا۔ آپ نے کمال شفقت و عنایت کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی حضرت کی تصنیف مرأت دین میں چند سطور بطور برکت تحریر فرمائیں اور ازراہِ کرم خلافت و اجازت سے نواز کر خلقِ خدا کو بیعت کرنے پر مجبور فرمایا۔ الغرض جامعہ اسلامیہ کا ستارہ عروج پر تھا کہ اچانک وسط ۱۹۷۰ء میں حضرت قبلہ والد بزرگوار شہید ملت رئیس الاسخیاء صوفی باصفاء حضرت بابا ملک عبد الستار خان صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ۲۷۔ ربیع الاوّل شریف کو جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے موقع پر واقع ہُوئی تو گھر کی ذمہ داریوں کا بوجھ سر پہ آجانے کی وجہ سے آزاد کشمیر میں اقامت مشکل ہو گئی ادھر جب اٹک کے علمائے اہلِ سُنّت کو آپ کی علمی تقریری و تحریری صلاحیتوں کا علم ہُوا تو اُنھوں نے بذریعہ مولانا حیات محمد صاحب غوثی اٹک شہر آنے پر مجبور کیا۔ بلکہ اٹک کے مرکزی خطیب

مولانا قاضی انوار الحق صاحب مرحوم نے اپنے خط میں لکھا کہ آپ کا اپنا
ضلع اٹک دینی تعلیم کے لحاظ سے پسماندہ علاقہ ہے لہٰذا اس کمی کو پورا کرنے
کے لئے میری نگاہ نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ میں چاروں طرف سے مخالفین
اہل سُنّت کے اندر گھرا ہوا ہوں اس لئے آپ یہاں ضرور تشریف لائیں اگر
بالغرض آپ اٹک نہ آئے تو کل رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے
جواب دہ ہونا پڑے گا، چنانچہ ۱۲۔ دسمبر ۱۹۷۱ء آپ نے جامعہ غوثیہ
معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک کی بنیاد رکھی۔ آپ کی آمد سے پہلے
پُورے علاقہ اہانت رسول کی گھٹا ٹوپ رات چھائی ہوئی۔ کوئی بھی
نعرۂ رسالت، نعرہ غوثیہ بلند کرنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ عوام تو اکثر
صحیح العقیدہ تھے، لیکن خارجی فکر و نظر مسند خطابت و تدریس پر مسلط
تھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب ایسے تپتے ہوئے صحرا میں بارانِ رحمت
کا پہلا قطرہ ثابت ہوئے۔ جوادِ مطلق نے تدریس و تحریر و خطابت میں
حصّہ وافر نصیب فرمایا تھا۔ فقہ و حدیث سے کامل آگاہی تفسیر میں ژرف نگاہی
صرف و نحو منطق و ادب پر مکمل عبور زبان مُبارک میں انتہائی درجہ کی
مٹھاس سیرت و سوانح کے وسیع مطالعہ کے سبب تقریر اس درجہ پُر تاثیر
کہ علاقہ بھر میں ڈنکے بج گئے۔ اہل سُنّت و جماعت بریلوی کے چمن میں عجیب
بہار آگئی۔ جعلی تقدس اور بھوکے علمی رعب و داب کے غباروں سے ہوا نکل
گئی۔ وہ دن اور آج کا دن حضرت اور اٹک لازم و ملزوم ہو کر رہ گئے
عرصہ بارہ سال سے یہ آفتابِ علم و حکمت ان کونوں کھدروں میں بھی اپنی

روشنی پھیلانے لگا جہاں تعصب کے دبیز پردوں نے شب یلدا کا سماں پیدا کر رکھا تھا۔ آپ کی تقریر سادہ سلیس اُردو اور پنجابی مگر فصاحت و بلاغت، متانت و ظرافت کا کامل مرقع ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ آپ ایک عظیم فاتح کی حیثیت سے اٹک تشریف لائے اور غنیم ہزاروں پاپڑ بیلنے اور لاکھوں داؤ کھیلنے کے باوجود حضرت شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین کے عاشق صادق اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کے فدائی محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد صاحب کے اس چہیتے شاگرد، مرید و خلیفہ اور اہل سنت کے عظیم مذہبی، روحانی راہنما کو زیر نہ کر سکا۔ اس مردِ تنہا نے لشکرِ اعدا میں ایسی بھگدڑ مچائی کہ پوری کائنات خارجیت دہل کر رہ گئی۔ آپ نے اٹک آ کر مندرجہ ذیل کتب تصنیف فرمائیں گنجینۂ حق۔ سیف جدید بجواب رشید ابن رشید۔ آفتاب چوراہی۔ جواہر الصیام۔ ستونِ دین۔ خیرات الاعوان۔ اسلامی عقائد ذکر حبیب زینۂ حق۔ گلدستہ عقیدت ترجمہ ریاض الایمان تفسیر ریاض القرآن نو (۹) پارے[1]۔ آپ ہزاروں عقیدت مندوں کے پیر طریقت ہونے کے علاوہ سینکڑوں نامور علماء، قراء حفاظ کے اُستاد بلند پایہ فقیہہ عربی، فارسی، اُردو پنجابی کے نامور شاعر اٹھارہ کتب کے مصنف کی حیثیت سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ علوم ظاہریہ و باطنیہ کو عام کرنے کے لئے آستانہ عالیہ

---

[1] تفسیر اور ترجمہ اب بحمد اللہ تیرھویں پارے میں جاری ہے۔

قادریہ چشتیہ و دار العلوم غوثیہ، معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک شب و روز کھُلا ہے۔ ؎

احمد رضا کے فیض کا در ہے کھُلا ہُوا
ہے قادری فقیروں کا جھنڈا گڑا ہُوا

دُعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس مردِ کامل استاد ذی وقار عاشق صادق حبیب کبریا کو عمرِ خضر نصیب فرمائے اور اُن کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم فرمائے۔ ؎

الٰہی تا ابد آستانۂ یار رہے!
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے!

احقر قاری غلام محمد خان قادری مجددی اٹک

۲۶ - ذوالحجہ شریف ۱۴۰۴ھ بروز پیر
بمطابق ۲۴ - ستمبر - ۱۹۸۴ء عیسوی

نتیجۂ فکر

شہبازِ خطابت مجاہدِ ملّت حضرت علّامہ صاحبزادہ
ابوالوفاء حافظ خان محمّد خان صاحب
سجادہ نشین دربار عالیہ چشتیہ لنگر شریف

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

برادرانِ اسلام! اپنی بے بضاعتی کے پیشِ نظر میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ زیرِ نظر کتاب میں جن لوگوں کی نقاب کشائی کی گئی۔ اِن کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ دے سکوں۔ اس لئے خوشتر آں باشد کہ سِرِّ دلبراں " گفتہ آید در حدیث دیگراں " پر عمل کرتے ہوئے جناب ابوالکلام آزاد کے والدِ گرامی حضرت مولانا خیرالدین قدس سرہٗ السامی نے ان لوگوں کے متعلق جو فیصلہ دیا ہے۔ وہ گراں قدر فیصلہ آزاد کی زبانی بروایت حلیم آبادی اپنے بزرگوں کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

وہابیّت کے بارے میں
مولانا خیرالدّین مرحوم کا طرزِ عمل

وہابیّت کے بارے میں میری خاندانی دُنیا میں اصل اباحت نہ تھی بلکہ حذر یعنی نفرت تقبیح، تکفیر اور انسان جس قدر بھی مذہبی اور غیر مذہبی اور غیر مذہبی برائیوں کا تصوّر کر سکتا ہے۔ اِن سب کا پیکر و مجسّمہ وہابیّت تھی۔ بس میری ابتدائی و بسیط حالت اس بارے میں نفرت اور بُغض کی تھی نہ کہ محبّت و عدمِ محبّت کی[1]۔ حقیقت میں سوچتا ہوں تو اس (وہابیت) کے بارے میں والد مرحوم کا تعصّب حد درجے تک پہنچا ہُوا تھا اور میں حیران ہوں کہ اُسے کیوں کر کسی لفظ و جملے میں محدود کروں۔ یہ پہلے بتفصیل کہہ چکا ہُوں کہ اس طرح اوائل عمر سے یہ عصبیّت اُن میں جاگزیں ہُوئی اور کس طرح مدت العمر ان کی تمام تصنیف و تالیف، وعظ و مباحث کا تنہا مرکز و مطمع رہی ہے۔ مجھے اپنے بچپن کی پُرانی سے پُرانی مسموعات جو یاد آتی ہیں۔ اِن میں وہابیّت کا ذِکر موجود پاتا ہوں شب و روز اس کا چرچا گھر میں بھی رہتا ہے اور باہر بھی والد مرحوم کے

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی بہ روایت ملیح آبادی ص ۳۴۸

جو خدام اور مرید تھے۔ وہ بھی اِسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور یہ قدرتی تھا۔[1]

دُنیا کی ہر مکروہ اور خبیث چیز اِسی لقب سے پُکاری جاتی ہے

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں میرا تخیّل یہ تھا کہ وہابی کوئی خاص طرح کی ایک بڑی ہی مکروہ اور قابلِ نفرت مخلوق ہے۔ حافظ صاحب کی زبانی سُنتے تھے کہ دِل کے کُفر اور بُغضِ رسُول کی وجہ سے وہابیوں کا آدھا مُنہ کالا ہو جاتا ہے۔ ہمارے دیوان خانے میں اس بارے میں خاص مصطلحات اور اسمأ تھے۔ دُنیا کی ہر مکروہ اور خبیث چیز اِسی لقب سے پکاری جاتی تھی۔ مثلاً حافظ جی کہتے تھے۔ شب کو اس قدر وہابی تھے کہ اِس قدر وہابی تھے کہ نیند نہ آئی۔ یعنی مچھر بہت تھے۔ دیوان خانے میں کتابوں کے صندوق پڑے تھے ان کے نیچے وہابی چلے جاتے تھے اور پیندے میں سوراخ کر دیتے تھے۔ یعنی چوہے۔[2]

---

[1] آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی بروایت ملیح آبادی ص ۳۴۸، ۳۴۹ مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور

[2] کتاب مذکور ص ۳۴۹، ص ۳۵۰۔

کالک ایک ہی دفعہ نہیں آجاتی

جمعہ کے دن وعظ سے آکر والد مرحوم حسبِ معمول دیوان خانے میں بیٹھے تھے۔ قاعدہ تھا کہ وعظ کے بعد آدھ گھنٹہ وہاں بیٹھ کے پھر زنان خانے میں آتے تھے۔ زور زور سے باتوں کی آواز آنے لگی۔ میں دوڑا ہوا گیا۔ ایک شخص پگڑی باندھے، بڑی داڑھی، دوزانو بیٹھا بڑے ادب سے باتیں کر رہا تھا، لیکن والد مرحوم اس پر گرج رہے تھے اور تمام لوگ اس طرح خون ریز نظروں سے اُسے گھور رہے تھے کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا خون پی جانا چاہتے تھے۔ جوں ہی والد صاحب اپنے کمرے میں آکر بیٹھے۔ میں نے کہا یہ وہابی تھا۔ اُنہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا مگر اس کا چہرہ کالا نہیں تھا۔ اُنہوں نے کہا: ہاں یہ کالک ایک ہی مرتبہ نہیں آجاتی۔ جب کبھی بگڑتا ہے تو دِل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر جب وہ اور بگڑ جاتا ہے تو دُوسرا نقطہ لگتا ہے۔ یہاں تک کہ پُورا دِل کالے نقطوں سے بھر جاتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ باز نہ آئے تو تمام نُقطے مِل جاتے ہیں اور دِل کالا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کالک مُنہ پر آجاتی ہے۔ "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ"، اب تک یہ پوری بات ان کی یاد ہے[1]۔

---

[1] کتاب مذکورہ ص ۳۵۰، ص ۳۵۱۔

اِن کا کُفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی اشدّ ہے!

جب ذرا اور بڑے ہوئے تو والد مرحوم کے وعظ اور گھر کی باتوں کو بھی خوب سمجھنے لگے۔ ہمیشہ وہابیوں کے عقائد کا ردّ رہتا تھا۔ کوئی بات کہی جائے۔ وہ فوراً یاد آجاتے تھے۔

گریز یوں ہوتا تھا کہ مگر وہابی یوں کہتے ہیں۔ پھر ان کا ردکیا جاتا تھا ردّ ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا۔ جس کے صاف معنی ان پر لعن اور تکفیر کے تھے ہم نے سینکڑوں مرتبہ والد مرحوم سے سُنا کہ ان کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی اشد ہے۔ یہود و نصاریٰ بھی اپنے پیشواؤں کے مُنکر نہیں ہیں۔ یہ خبیث تو خود اپنے پیغمبر کے منکر ہیں [1]

وہ تقریر و تحریر میں تقویۃ الایمان کہتے تھے

ہم ابھی بہت ہی چھوٹے تھے۔ لیکن مولوی اسمٰعیل سید احمد بریلوی تقویۃ الایمان وغیرہ ناموں سے خوب واقف ہو گئے تھے۔ سینکڑوں مرتبہ ہمارے سامنے والد مرحوم ان لوگوں کے حالات بیان کرتے اور ہم سُن سُن

---

[1] کتاب مذکور صفحہ: ۳۵۰-۳۵۱

اچھی طرح شناسا ہو گئے تھے۔ تقویۃ الایمان کو وہ تقریر و تحریر میں تغویۃ الایمان[1] کہتے تھے[2]

مولانا خیرالدین کا اہم ترین بیان

اس بارے میں ان کا بیان یہ تھا کہ جب شاہ عبدالعزیز مرحوم نے اپنی جائیداد اپنے اور عزیزوں میں تقسیم کر دی۔ باقی کے لئے بھی وصیت نامہ لکھ دیا اور مولوی اسماعیل کے لئے کچھ بھی نہ رہا، تو اب دُنیا کی طلب دِل میں سمائی اور یہ ڈھنگ نکالا کہ پیری کا ایک نیا کارخانہ جمایا جائے۔ سید احمد بریلوی ٹونک کی فوج میں ایک ان پڑھ سپاہی تھے۔ ان سے سازش کر کے انہیں پیر بنایا۔ مولوی عبدالحئی شاہ صاحب کے داماد کہ وہ بھی بیٹی کے محروم رہ جانے سے بہ داشتہ خاطر تھے۔ وہ بھی شریکِ سازش ہو گئے اور صورت یہ قرار دی کہ خدا کے دین میں کسی کا کیا لینا دینا ہے۔ ہم نواسے اور داماد تھے۔ مگر محروم رہ گئے اور شاہ صاحب کا تمام باطنی فیض ٹونک کے اس سپاہی کو مل گیا۔ آدمی (اسمٰعیل) ذہین اور لسان تھا۔ بہت جلد لوگوں میں ایک غلغلہ مچا دیا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ ایک معمولی اَن پڑھ آدمی کو شاہ صاحب کے نواسے نے پیر مان لیا ہے۔ اس کی پالکی پکڑ کے، جوتی

---

[1] تغویۃ الایمان (ایمان کے گم کرنے کا سامان)

[2] آزاد کی کہانی صـ۳۵۱ ـ صـ۳۵۱

بغل میں داب کے دوڑتا ہے اور علانیہ اپنی محرومی اور ان کی فیض یابی کا اقرار کرتا ہے۔ تو اس سے لوگوں میں بڑا ہی رنگ جما اور ہر طرف سے چاندی سونے کی بارش ہونے لگی۔ اسی زمانے میں صراطِ مستقیم[1] کتاب لکھی اور اس میں سید احمد کو ولدیت سے بھی بڑھا کر نبوت تک پہنچا دیا اور ساری باتوں میں آنحضرت سے تشبیہ دی۔ گویا پورا آنحضرت کی ریس اور مقابلہ کر دیا تھا۔ مہر میں اسمہ محمدؐ نقش کرایا۔ لوگوں سے کہتے کہ جو شخص مرید ہوتا ہے اُسے فوراً کشف و مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ لوگ اس شوق میں آتے اور مرید ہو جاتے۔ چالاکی یہ کی تھی کہ ڈیوڑھی پر مولوی اسمٰعیل موجود رہتے۔ وہ نوواردوں کے کان میں جاتے ہوئے کہہ دیتے کہ جو شخص صدقِ دل سے مرید ہوتا ہے ان کی پہلی ہی توجہ میں فائز المرام ہو جاتا ہے۔ ہاں جو شخص خدانخواستہ ولد الزنا ہو۔ اُسے خبیثِ ولادت کی وجہ سے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اب وہ غریب جاتا اور مرید ہونے کے بعد نکلتا۔ نظر تو اُسے خاک آیا تھا، لیکن اب وُہ سوچتا ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ کچھ نظر نہ آیا تو سب کہیں گے کہ یہ ولد الزنا ہے اس ڈر سے وہ کچھ نہ کہتا اور جب لوگ مبارک باد کی صدائیں بلند کرتے تو سر جھکا کر خاموش رہ جاتا۔ جب اس طرح خوب رنگ جم چکا تو اب موقع آیا کہ اصل شیطنت جو اس تمام کارخانے سے مقصود تھی اُسے عمل میں لایا جائے[2]

---

[1] اس کتاب میں لکھا ہے۔

(۲) آزاد کی کہانی صفحہ : ۳۵۲ - ۳۵۳

تمام اسلامی عقائد و اعمال کو بیخ و بُن اور بُنیاد سے اُکھاڑ دیا،،

اس کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ شاہ ولی اللہ مرحوم کو جو عین محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ظہور و شیوعِ عقائد کے زمانے میں حرمین میں مقیم تھے۔ اس کی کتاب التوحید ملی اور اس کی وجہ سے ان کے خیالات میں بھی ایک گونہ فتور ہوا۔ وہ اس فتنے کو اپنے ہمراہ ہندوستان لائے۔ ان کی کتابوں میں مولوی اسمٰعیل کو کتاب التوحید ملی اور اندر ہی اندر دین جدید کے اس فتنے کو مفید طلب سمجھ کر اسے محفوظ کر لیا۔ اب جب سید احمد کی پیری خوب جم گئی تو یکایک پلٹا کھایا اور پیری مُریدی اور تصوّف و ولایت کی جگہ جو پہلے صراطِ مستقیم کے پیرایہ میں آ چکی تھی۔ اب تقویۃ الایمان کے رُوپ میں نکالی گئی اور شرک و بدعت کے نام سے تمام اسلامی عقائد و اعمال کو بیخ و بن و بُنیاد سے اُکھاڑ دیا۔[۱]

برادرانِ اسلام یہ ہے حضرت مولانا خیرالدین صاحب مرحوم کا وہ گراں قدر فیصلہ جس سے وہابیت کی پوزیشن بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ گو نام نہاد ابوالکلام آزاد کو اپنے حقیقی والد کا یہ فیصلہ منظور نہیں تھا اور

---

[۱] کتاب مذکور ص۳۵۴

مولوی اسمٰعیل کی طرف داری میں اس مادر پدر آزاد نے اپنے والدِ گرامی پر بہتانِ عظیم باندھنے کی تہمت لگا کر اپنی آزادی کا پُورا ثبوت فراہم کر دیا۔ تاہم حقیقت وہی ہے جو مولانا موصوف نے بیان کی ہے کہ وہابیہ اپنے پیغمبر کے منکر ہیں۔ لہٰذا ان کا کُفر یہود و نصاریٰ سے اشد ہے۔ اللہ کریم اہلِ اسلام کو نبی کریم کے ہر منکر سے محفوظ رکھے اور قبلۂ عالم برادرِ معظم حضرت قبلہ شیخ الحدیث پیر مفتی محمد ریاض الدین صاحب مدظلہ العالی کی اس گرانقدر تالیف کو اپنے حبیب کریم کے طفیل درجۂ قبولیت عطاء فرما کر مفیدِ عام بنائے۔ آمین!

راقم الحروف خادمِ اسلام فقیر ابوالوفاء

الحافظ خان محمّد خان سجادہ نشین لنگر شریف

و مہتمم مرکزی دار العلوم جامعہ حسینیہ رضویہ

ستار المدارس و بانی مرکزی جامع مسجد

انوار مولیٰ علی جنڈ ضلع اٹک

سببِ تالیف

برادرانِ اسلام اِس کتاب کی اشاعت سے کسی فرد یا فرقے پر تنقید کرنا نہیں۔ بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اہلِ اسلام کی شامتِ اعمال کی وجہ سے جس طرف انہیں سہارنپور، گنگوہ، دیوبند اور اِن کی تمام براچیوں جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت اور غیر مقلّدین وغیرہ کی ٹیم لے جا رہی ہے وہ انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس لئے کہ اِن تمام لوگوں نے نہ معلوم کس مفاد کے پیشِ نظر تعلیمِ رسُول کی جگہ تعلیم نجدیت کو مسلّط کرنے کا عزم بالجزم کر رکھا ہے۔ اِن کی نگاہ میں صحیح اسلامی لوگ صرف اور صرف وُہی ہیں۔ جنہوں نے وہابی تحریک کی پُشت پناہی کی۔ اور نجدی نظریات کی اشاعت کا ذمّہ اُٹھایا چونکہ برصغیر میں اس کام کا آغاز سیّد احمد بریلوی اور شاہ اسمٰعیل دہلوی نے کیا تھا۔ اس لئے ان کے پیروکاروں کو بارہ سو سال کی تاریخ میں اِن جیسا کوئی نظر نہ آیا اور ان کی والہانہ محبّت میں ڈوب کر اُنھوں نے نجدی اور دہلوی کی طرح شرک گری کی دولت کو ایسا عام کیا کہ دُوسرے تو درکنار بمع اپنے جُملہ اکابر و اصاغر کے خود بھی شرک کی لپیٹ میں آگئے۔ ہماری اس پُوری کتاب کا پُورا مطالعہ کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ لیکن بطورِ نمونہ چند سطریں ہم یہاں درج اس لئے ضروری

سمجھتے ہیں کہ اِن کی وجہ سے پُوری کتاب کا مفہوم سمجھنے میں نہایت آسانی ہوگی، کیونکہ ان مختصر عبارتوں سے بغیر کسی پیچ وتاب کے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ شیخ نجدی شاہ اسمٰعیل دہلوی اور اِن کے آقا سید احمد بریلوی ہی اسلام کے صحیح خادم حقیقی مجاہد اور مشرکوں کو خُدا سے جوڑنے والے تھے بارہ صدیوں میں اِن کے سوا شرک کو مٹانے والا کوئی نہ تھا۔ بلکہ لوگ اسی طرح شرک میں گرفتار تھے جس طرح بعثتِ رسُول کے وقت تھے۔ نعوذ باللہ من ذالک نقل کُفر کُفر نہ باشد۔

۱ : صحیح معنوں میں اسلامی جہاد سرزمینِ ہند پہ ایک ہی مرتبہ ہُوا اور یہ وہی جہاد تھا جس کے امیر سید احمد بریلوی اور سپاہ سالار شاہ اسمٰعیل تھے[1]

۲ : پُوری بارہ سو سال کی تاریخ میں یہ دو (دہلوی و بریلوی) اللہ کے بندے ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے تمام نفسانی اور مُلکی اغراض سے اور تمام جاہلی تعصبات و خواہشات سے پاک ہوکر صرف اس لئے جنگ کی کہ خُدا کی زمین پر خُدا کا حکم جاری ہوئے[2] اِن دونوں کا رشتہ محمد بن عبدالوہاب سے ان کے غلاموں نے یوں جوڑا۔ جس طرح طرابلس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نے بھٹکتی ہوئی انسانیت کو معبودِ حقیقی کے دامن سے وابستہ کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح ہندوستان میں سید احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل

۱ء شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تالیف شیخ احمد عبدالغفور عطاء ترجمہ شیخ محمد صادق خلیل صٹ ۲ء شیخ الاسلام صٹ

نے خالق و مخلوق کا رشتہ از سرِ نو جوڑنے کی کوشش کی[1]۔ (شاہ اسمٰعیل کی مدح سرائی اور ابن تیمیہ سے نسبت کا قصّہ یوں سُنایا۔

۴ : اگرچہ شاہ اسمٰعیل نے اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ٹھیک روش اختیار کی جو ابن تیمیہ نے کی تھی[2]۔ (شیخ نجد کی قصیدہ خوانی یوں کی)

۵ : نجد کے شیخ نے چونکہ عبادِ قبور کے خلاف جہاد کر کے شرکیہ مقامات منہدم کر دیئے تھے۔ اس لئے ہند کے قبر پرستوں کو بھی شاہ اسمٰعیل کی کامیابی مقابر کے انہدام پر منتج ہوتی نظر آئی۔ اُنھوں نے عوام النّاس کو بتایا کہ سفرِ جہاد کے لئے رخصت ہوتے وقت شاہ صاحب نے دہلی میں فرمایا تھا کہ اِس مہم سے فارغ ہو جاؤں تو خواجہ نظام الدّین کی خانقاہ کو بھی گرا دوں گا[3]

ناپاک جسارت

صحابہ کرامؓ کی قبورِ مبارکہ کو شرکیہ مقامات جان کر گرانے والے بد قسمت کے زمانے اور اُس کی کارروائیوں کو محبوبِ خُدا کے زمانے اور عظیم ترین کارناموں سے برابر کرنے کی ناپاک جسارت یُوں کی۔

۶ : محمد بن عبد الوہاب بارھویں صدی ہجری کے مجدّدِ دین میں شمار کئے

---

[1] شیخ الاسلام ص ۸ [2] تجدید و احیائے دین ص ۱۲۱

[3] شیخ الاسلام ص ۹ محمد بن عبد الوہاب بارھویں صدی ہجری کے مجدد

جاتے ہیں۔ جنہوں نے پُوری محنت اور جانفشانی کے ساتھ سرزمینِ حجاز جو جاہلیت کے اندھیرے میں ڈوب چکی تھی اور شرک و بدعت کی وہی کیفیت پیدا ہو چکی تھی جو کہ رسولِ اکرمؐ "صلّی اللہ علیہ وسلم" کے مبعوث ہونے کے وقت تھی [۱]۔ اہلِ اسلام ہر قسم کے تعصّب سے بالاتر ہو کر اِن مندرجہ عبارتوں اور چند سطروں کو دیانت و امانت کے میزان پر تول کر فیصلہ کیجئے کیا بغیر کسی پیچ و تاب کے اِن عبارتوں کا یہی مطلب نہیں کہ شاہ اسمٰعیل کے ماننے والوں کی نگاہ میں بارہ سو سال میں اِن جیسا کوئی دوسرا نہ تھا۔ اسلامی جہاد بھی صِرف اِن دونوں نے کیا۔ طرابلس میں بھٹکی ہُوئی دُنیا کو معبودِ حقیقی کے دامن سے وابستہ صرف اِن کے شیخ نے کیا اور ہندوستان میں نئے سِرے سے خالق و مخلوق کا رشتہ سیّد بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی نے جوڑا۔ گویا خود اِن دونوں کے آباؤ اجداد بھی خُدا سے کٹ کر کفر و شرک کی رو میں بہہ چکے تھے۔ شاہ اسمٰعیل کی روش وُہی تھی جو ابنِ تیمیہ کی تھی۔ شیخ نجدی نے صحابہ کرام کی قبورِ مبارکہ کو مقاماتِ شرکیہ کہہ کر گرایا۔ اِن کی بے حُرمتی اور حد درجہ گُستاخی کی۔ آثارِ صحابہ کو مٹایا۔

اہلِ اسلام کے محبوب معمولات کو شرک قرار دیا اور اِسی بدقسمت کی پیروی میں شاہ اسمٰعیل نے خواجہ خواجگان خواجہ نظام الدّین مرحوم کی خانقاہ کو گرانے کا بدارادہ ظاہر کیا۔ کیا آخری عبارت سے صاف

---

[۱] شیخ الاسلام ص ۱۵

ظاہر نہیں کہ شیخ نجدی کے وقت سرزمینِ حجاز میں شرک و بدعت کی وہی کیفیت تھی جو بعثت نبوی کے وقت تھی۔ کیا اس بدترین عبارت کے پیشِ نظر اِن ظالموں کی نگاہ میں اس وقت کوئی مسلمان نہ تھا؟

مسلمانوں کو ان گمراہ کن لوگوں کی سازش سے بچنے کے لئے فقیر نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سادہ لوح مسلمانوں کو دین کے اِن ڈاکوؤں سے بچائے جو تعلیمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو برگشتہ کر کے تعلیمِ دہلوی و نجدی کی طرف بلا رہے ہیں۔

الداعی الی الخیر

فقیر ابوالنصر محمد ریاض الدین قادری چشتی

نقشبندی غفر لہ وعفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اس نازک ترین دَور میں جہاں سادہ لوح مسلمانوں کو دیگر بے شمار طریقوں سے پریشان کیا جارہا ہے۔ وہاں اِن کے لئے یہ سوال بھی دردِ سر بنا ہُوا ہے کہ وہابی کون ہیں؟ کیا اللہ والے کو وہابی نہیں کہتے وہابیوں کے عقائد کیسے ہیں؟ اِن سارے سوالوں کا جواب بخوشی وہابی کہلانے والی جماعت کے دو راہنماؤں کے الفاظ میں پڑھیئے۔

وہابی کی صفائی

محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اِن کے عقائد عمدہ تھے[1] محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔[2]

وہابی کا مختصر تعارف

صاحبو محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے

---

[1] فتاوٰی رشیدیہ صفحہ : ۲۳۵

[2] فتاوٰی رشیدیہ ص : ۹۲ مطبوعہ سعیدی قرآن محل کراچی

پیدا ہُوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لئے اُس نے اہلسنت والجماعت سے قتل وقتال کیا [۱]

وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصًا اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بُغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے، نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے [۲] محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہلِ اسلام وتمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں۔ اور اِن سے قتل وقتال کرنا اِن کے اموال اِن سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے [۳]

متضاد فتووں سے حقیقت واضح ہوگئی

یہ دونوں فتوے دیوبندیوں کے اکابر ہیں۔ گو اِن میں تضاد اور زمین و آسمان کا فرق ہے، لیکن اِن سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ وہابی اللہ والا نہیں نجدی والا ہے۔ جو اہلِ اسلام پر ظلم کرتا ہے اور مسلمانوں کو کافر و مُشرک کہتا ہے۔ اِس بارے میں دیگر معلومات اور بخوشی وہابی کہلانے کی حقیقت آئندہ کسی جگہ بیان ہوگی۔

---

[۱] الشہاب الثاقب: صفحہ ۴۲ [۲] الشہاب الثاقب: صفحہ: ۴۲

[۳] الشہاب الثاقب: صفحہ: ۴۳

امکانِ کذّب

سوال : امکان کذب سے کیا مراد ہے؟ اس کے قائل کون ہیں؟ ان کا شریعت میں کیا حکم ہے ۔

جواب : اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے۔ اس کا قائل اللہ تعالیٰ کا منکر ہے ۔

جناب حاجی امداد اللہ کا امکانِ کذّب کے متعلّق سوال

براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ پیدا ہو سکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شائد قرآن ہی جھوٹا ہے۔ اور اِس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین کی اِس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ہیں۔ از فقیر امداد اللہ چشتی قادری [1]

جناب گنگوہی کا جواب

جناب گنگوہی نے جو امکان کذب کے قائل ہیں اپنے مرشد جناب

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ : ۹۱ ۔ ۹۲

حاجی صاحب کا جو جواب دیا اس کی دو سطریں یہ ہیں۔ امکانِ کذب سے مراد دخولِ کذب تحت قدرت باری ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے۔ اس کے خلاف پر قادر ہے[1]۔ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے[2]

بے جا وکالت

براہین قاطعہ کی تحریر سے جو لوگ گمراہ ہوئے کتب الٰہیہ بالخصوص قرآن کے بارے جھوٹ کا جو احتمال پیدا ہوا۔ اس سلسلہ میں حاجی صاحب کو جو دکھ ہوا اس کا شافی کافی جواب دینے کے بجائے جناب گنگوہی مصنف براہین قاطعہ کی بے جا وکالت کر کے خود امکان کذب کے ناپاک دریا میں غوطہ زن ہو گئے اور صاف اقرار کر لیا کہ کذب داخل تحتِ قدرتِ باری ہے۔

امکانِ کذب کے قائل کے خلاف بجا فتویٰ

جناب گنگوہی اور مصنف براہین قاطعہ کے خلاف بجا فتویٰ صادر فرماتے ہوئے جناب حسین احمد نے فتویٰ نویسی کا خوب حق ادا کیا، لیکن

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۲

[2] فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۲

افسوس کہ آخر میں قائل کی منشاء کے بالکل خلاف انتہائی بے جا وکالت کرتے ہوئے وہ خود صراطِ مستقیم سے دُور نکل گئے اور یوں لکھا کہ بالفعل در کنار وہ (گنگوہی) اور اُن کے متبعین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن الوقوع ہے کہ خداوندِ کریم کا کوئی کلام جھوٹ ہو جاوے۔ نہ مانہ ماضی کا کلام ہو یا زمانہ استقبال کا یا یہ اعتقاد رکھے کہ ممکن ہے کہ خداوندِ کریم جھُوٹ بول دیوے تو وہ بھی کافر و زندیق و ملعون ہے۔[1]

غلط فہمی

جناب حسین احمد کے اِس فتویٰ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ امکانِ کذب کا قائل کافر زندیق اور ملعون ہے۔ اس فتوے کے ساتھ اُمید ہے کہ ہر عالمِ دین کو اتفاق ہو گا، لیکن وہ جس غلط فہمی کا شکار ہو گئے۔ وہ یہ ہے کہ وہ بے چارے پاسداری کرتے ہوئے بالفعل کے چکر میں جا پڑے، حالانکہ اِس پہ بحث ہی نہ تھی۔ جناب گنگوہی کے مُرشد جناب حاجی صاحب نے سوال ہی امکانِ کذب کے متعلق کیا تھا اور جواب میں بھی جناب گنگوہی نے یہی بتایا تھا کہ کذب تحتِ قدرت باری ہے۔ امکانِ کذب سے اُنھوں نے یہی مُراد لیا ہے اور اسی بناء پہ وہ جناب

---

[1] الشہاب الثاقب صد ۸۱

حسین احمد کے فتویٰ کی زد میں آگئے یہ علیحدہ بات ہے کہ جناب حسین احمد کے نزدیک امکانِ کذب کا کوئی اور معنی ہو اور ممکن الوقوع یا ممکن ہے کہ خُدا جھُوٹ بول دیوے کا کوئی اور، تو اِس فرق کے پیشِ نظر ممکن ہے کہ وہ جناب گنگوھی کو اپنے فتویٰ کی زد میں آنے سے بچالیں ، لیکن یہ مسئلہ ہماری سمجھ سے تو بالاتر ہے ۔ ہمارے ناقص خیال میں تو امکانِ کذب کا وہی معنی ہے جو ممکن الوقوع کا ہے ۔ اِسی بناء پر تو جناب گنگوھی نے وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے ۔ اِس کے خلاف پہ قادر ہے ۔ آج بھی علماء دیوبند میں کئی غیر متعصّب لوگ موجود ہوں گے ۔ اِن سے بجا طور پر ہماری یہ گزارش ہے کہ اس بحث میں سنجیدگی سے غور کرکے حق کی طرفداری کوئی عیب کی بات نہیں ۔ اگر کسی بڑے آدمی سے کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے جو اسلام کے منافی ہے تو اس پر ضد کے ساتھ قائم رہنا بہرحال نقصان دہ ہے ۔

امکانِ کذب کے بارے میں سُنّی مسلک کی وضاحت ،،

اور یہ کہنا کہ جھُوٹ پہ قدرت ہے ۔ بایں معنی کہ وہ جھُوٹ بول سکتا ہے ۔ محال کو ممکن ٹھہرانا اور خُدا کو عیبی بتانا خُدا سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ محالات پہ قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہوجائے گی ۔ باطل محض ہے اس میں قدرت کا کیا نقصان نقصان تو اِس محال کا ہے کہ تعلق قدرت

کی اِس میں صلاحیت نہیں [1]

امکان نظیر سے کیا مُراد ہے ؟

سوال : امکان نظیر سے کیا مُراد ہے اس کے قائل کون ہیں اور اِن کا کیا حکم ہے ؟

جواب : امکانِ نظیر کا معنیٰ یہ ہے کہ نبی کریم کی مثل اور بھی کوئی ہو سکتا ہے۔ اہل سُنّت کے نزدیک اِس کا قائل ایمان کی دولت سے محروم ہے۔ اس لئے کہ اس میں نبی کریم کی توہین ہے۔ وہابیہ کے رہنما اسمٰعیل دہلوی نے ایک نہیں بلکہ حضور پاک کی کروڑوں نظیروں کو ممکن قرار دے کر عظمت خاتم النبیین کو بالکل پامال کر دیا ہے۔ شانِ الٰہی کے اظہار کا بہانہ بنا کر اِس ناعاقبت اندیش نے توہینِ سیّد المرسلین کا مظاہرہ یوں کیا ہے۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی، ولی، جن اور فرشتے اور محمد کی برابر پیدا کر ڈالے [2]

خاتم النبیّین کا کیا مطلب ؟

مقامِ حیرت ہے کہ اگر حضور پاک جیسے کروڑوں پیدا ہو سکتے ہیں تو

---

[1] بہار شریعت حصہ اوّل ص۲۴، ص۳۰

[2] تقویۃ الایمان : ص : ۴۲

اللہ کریم نے جو اعزاز آپ کی ذات والا کو بخشا تھا۔ اس کے باقی رہنے کا کونسا جواز ہے۔ علاوہ ازیں اِس بنا پر خاتم النّبیین کا کیا مطلب ہوگا؟ لا نبی بَعْدِی کے کیا معنی ہوں گے۔ بَعد میں نبوّت کا دعویٰ کرنے والوں کے کذّاب ہونے سے کیا مراد ہے غالباً یہی وجہ تھی کہ جناب دہلوی کی انتہائی بے جا مدح سرائی کرنے والے جناب گنگوہی کو بھی اور بانیٔ دیوبند کو بھی امکان نظیر کی نفی کا قول کرنا پڑا۔ جناب گنگوہی نے اسمٰعیلی دریدہ دہنی کا یوں علاج کیا۔

حضور کے مثل نہ ہُوا نہ ہوگا!

فخرِ عالم علیہ السّلام باوجودیکہ تمام مخلوق سے برتر معزز و بے نہایت عزیز ہیں کہ کوئی مثل اُن کے نہ ہُوا نہ ہوگا[1]۔ بانیٔ دیوبند کہتے ہیں۔

؎ فلک پر عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی ٭ زمین پر جلوہ نما ہیں محمد مختار
فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانیٔ احمد ٭ زمین پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار
بجز خدائی کے نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال ٭ بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار[2]

نتیجہ: اس مضمون سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور نبی کریم کی مثل نہ ہے اور نہ آئندہ ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے اور گذشتہ اسمٰعیلی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ کروڑوں حضور جیسے ہوسکتے ہیں

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص : ۴۳ [2] قصائد قاسمی ص ۵-۶

ہیں، تو اس قدر تضاد سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یا جناب گنگوہی کا کہنا ٹھیک ہے اور یا جناب دہلوی کا دونوں باتیں بیک وقت ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ پھر جناب گنگوہی کو بانی دیوبند کی تائید بھی حاصل ہے کہ ثانی احمد نہیں تو اب لازماً اسمٰعیل عبارت کو غلط قرار دینا پڑے گا اور ان کی مذکورہ بالا کتاب کے خلاف لازمی طور پر شرعی حکم صادر کرنے تک نوبت پہنچے گی۔ جب نوبت بایں جارسید تو دیکھئے کہ جناب اسمٰعیل اور اُس کی کتاب کے متعلق جناب گنگوہی نے آج تک کوئی فتویٰ دیا ہے یا نہیں جب ہم نے اس سلسلہ میں جستجو کی تو اسی کتاب کے متعلق فتویٰ مل گیا۔ جس کی نبی الانبیاء کے بارے میں ناپاک عبارت ہم نقل کر چکے ہیں۔

جناب گنگوہی کا فتویٰ

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا پورا مطلب اس میں ہے۔ اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا[1]۔ اس عبارت سے ہر آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ جناب گنگوہی نے یہ فتویٰ مدہوشی کی حالت میں دیا ہے، کیونکہ قرآن و حدیث کا پورا مطلب ایک چند ورقی رسوائے زمانہ کتاب میں آجانا صرف محال ہی نہیں بلکہ اس صورت میں قرآن و حدیث کی انتہائی توہین بھی ہے، تاہم

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱

اگر وہ کتاب ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ جناب گنگوہی نے لکھا ہے تو وہ خود بھی اپنے ایمان کی اصلاح کے لئے اس کے محتاج ہُوئے تو پھر لامحالہ اِن کا عقیدہ بھی یہی ہُوا کہ حضور کی مثل کروڑوں ہو سکتے ہیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر ان کے اپنے فتویٰ کے پیشِ نظر حضور کے مثل تو نہ ہُوا نہ ہوگا۔ البتہ تقویۃ الایمان اور اِس کے دریدہ دہن مصنّف کی مذمّت جس قدر کی جائے گی، کم ہوگی۔ کیونکہ مصنّف نے اس کتاب میں توہینِ مصطفٰے کا ارتکاب کرکے اللہ کریم کو ناراض اور اہلِ اسلام کے عقائد کو مجروح کیا ہے۔ کچھ بھی ہو بہر حال اِن دونوں کے پیروکار ہر دونوں کی متضاد عبارتوں کے پیشِ نظر کوئی ایسا فیصلہ ضرور تجویز کریں۔ جس سے باہمی جنگ ختم اور اہلِ اسلام کی پریشانی دُور ہو۔

امکانِ نظیر کے بارے میں سُنّی مسلک

محال ہے کہ حضور علیہ السّلام کا مثل ہو جو صفت خاصہ میں کسی کو حضور کا مثل بتائے گمراہ ہے۔ یا کافر۔[۱]

نبی کریم کو باذنِ اللہ مالک عالم اور مختار ماننا

سوال : نبی کریم کو باذن اللہ مالک، عالم، مختارِ کل ماننا کیسا

---

[۱] بہارِ شریعت ص ۱۸ حصّہ اوّل

ہے۔ اس کے قائل کون ہیں اور منکر کون۔ ہر دونوں فریق کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: وہابیہ کے رہنما اسمٰعیل دہلوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا مالک و مختار نہیں مانا۔ لکھا ہے جس کا نام محمد یا علی ہے۔ وہ کسی چیز کا مختار نہیں [۱]۔ تمام وہابی اِسی اصول کے پابند ہیں۔ خواہ وہ مقلد ہوں یا غیر مقلد۔

نبی کریم کا عظیم ترین مُعجزہ

یہ ایک کھلی ڈھلی بات ہے کہ جناب دہلوی کے جملہ پیروکار قرآنِ مجید کے صریح ارشادات کو چھوڑ دیتے ہیں، لیکن تقویۃ الایمان کے اصولوں کو نہیں چھوڑتے مگر حضور نبیٔ کریم کا عظیم ترین معجزہ دیکھئے کہ جناب دہلوی کے مقابلہ میں صدر دیوبند عظمتِ رسول کا علم بلند کرنے کے لئے نہ معلوم کس جذبے کے تحت اُٹھ کھڑے ہوئے اور ببانگِ دہل اعلان کر دیا کہ باقی رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے ہبہ کا جواب بایں معنیٰ ہے کہ آپ اصل میں بعد از خدا مالکِ عالم ہیں۔ جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں [۲]۔ پھر بانیٔ دیوبند جناب محمود الحسن صدر دیوبند

---

[۱] تقویۃ الایمان صفحہ: ۵۸ [۲] ادلہ کاملہ صـ ۹

کی یوں تصدیق کر دی کہ یا رسُول اللہ تو بہترین خلائق میں بدترین جہاں تو سرورِ دو جہاں میں کمینہ خدمت گار۔

فلک پر عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی   زمین پر جلوہ نُما ہیں محمد مختار[۱]

نبی کریم مالک و مختار ہیں

جناب دہلوی کے مقابلے میں علماء دیوبند کے دو نامی بزرگوں کے کے اِن مضامین سے بخوبی ثابت ہوگیا ہے کہ حضور نبی کریم مالکِ عالم بھی ہیں اور باذن اللہ خدائی کے مختار بھی۔ جناب دہلوی اور اُن کے ہمنوا اگر فہیم ہوتے تو حضور پاک کے بارے نہ لکھتے کہ آپ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں

دہلوی کی غلط بیانی خود اِن کی زبانی

حضور پاک کے ساتھ جناب دہلوی نے حضرت مولا علی کے بارے میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ بھی کسی چیز کے مالک و مختار نہیں لیکن حضرت علی کی عظیم کرامت دیکھئے کہ خود جناب دہلوی نے آپ کی بادشاہت کا یوں اقرار کر لیا بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے۔ جو عالمِ ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ بھلا اس کو بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے

---

[۱] قصائد قاسمی ص ۵-۶

جو عالمِ ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں[1]۔ غور و فکر کا مقام ہے کہ جو کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ بھلا اس کو بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں کیا دخل۔ ہم جناب دہلوی کے پیروکاروں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ جناب دہلوی کی باتوں میں آکر اپنے آقا کریم کی کی گستاخی کا ارتکاب نہ کریں۔ بحث و تکرار کے لئے اور بہت موضوع ہیں جو چاہیں پسند کر لیں۔

سرکار نبی کریم باذن اللہ ساری خدائی کے مختار ہیں

سُنی مسلک کی رُو سے سرکار دو عالم ساری خُدائی کے باذن اللہ پُورے مختار ہیں اور اس سلسلے میں دلائل بے شمار ہیں۔ یہاں اختصار کے پیشِ نظر تمام دلائل کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ ؎

میں تو مالک ہی کہونگا کہ ہو مالک کے حبیب ؛ یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ؛ دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں اُنکے خالی ہاتھ میں

کیا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟

---

[1] صراطِ مستقیم اردو ص ۱۱۲

سوال : کیا انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا وہ بھی ایک دن مٹی میں مل جاتے ہیں۔ اگر وہ زندہ ہوتے ہیں تو جو ان کی زندگی کا منکر ہو اُس کا کیا حکم ہے اور اُن کی زندگی سے انکار کرنے والے کون ہیں؟

جواب : انبیاء کرام اپنی قبروں میں ہمیشہ زندہ ہیں ان کے مٹی میں ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اِن کی قبروں میں حیات کے مُنکر یا تو کفار اور مُشرکین ہیں اور یا پھر توحید کے دعویدار جناب اسمٰعیل دہلوی اور اِن کے پیروکاروں کا عقیدہ انبیاء علیہم السّلام بلکہ خود نبی کریم کے متعلق وہ ہے جو جناب دہلوی نے بایں الفاظ لکھا ہے۔

(۱) میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں [۱] مزید برآں

(۲) شیخ القرآن السلام کا دعویٰ کر کے خود اس حقیقت کا انکار کر بیٹھے کہ شہدا اور انبیاء زندہ ہوتے ہیں۔

(۳) جو لوگ حیاتِ انبیاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہیں یہی شیخ القرآن گمراہ اور مُشرک کہتے ہیں [۲]

مُنکرین حیاتِ انبیاء کا حُکم

جناب دہلوی اور غلام اللہ خان جیسے ایک مخصوص حلقے نے شیخ القرآن

---

[۱] تقویۃ الایمان ص ۸۹

(۲) حیاتِ انبیاء ص ۲۵ مصنفہ اللہ یار دیوبندی چکڑالوی

کا ایسے جا لقب دینے کی کوشش کی ہے۔ اِن دونوں کے متعلق مذکورہ عبارتوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ حیاتِ انبیاء اور شہداء کے منکر تھے۔ اب انہیں کے ہمنواؤں کے قلم سے (اجماع کا قصّہ سُنئیے) ہم ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریم قبر شریف میں زندہ ہیں ان کو رزق ملتا ہے۔ آپ کے وجود کو مٹی نہیں کھاتی اور ایسی حیات پر اجماع ہے [۱]
انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں مشغول عبادت ہیں [۲]

مُنکر اجماع کی کہانی
عُلماء دیوبند کی زبانی "

اب تک مندرجہ مضامین سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ انبیاء کی قبروں میں زندہ ہونے نہ ہونے اور اِن کے وجود کو مٹی کے کھانے نہ کھانے میں علماء دیوبند کے دو مختلف گروہ ہیں۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ اِن میں سے سچا کون سا گروہ ہے اور جھوٹا کونسا۔ ہم نے تو یہ دکھانا ہے کہ اجماع کن کا تھا اور مُنکر اجماع کا حکم کیا ہے اور ربانیٔ دیوبند کی اِس سلسلہ میں کیا پوزیشن ہے۔

---

[۱] حیاتِ انبیاء ص۳۲

[۲] حیاتِ انبیاء ص۴۱

عبرت آموز مضمون

از : جناب اللہ یار دیوبندی

مولانا محمد قاسم نانوتوی کا عقیدہ حیاتِ انبیاء کے متعلق دیوبندیوں کے خلاف ہے۔ جیسا کہ آبِ حیات میں مذکور ہے لہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عقائد دیوبند کا مدار آبِ حیات نہیں ہے بلکہ علماء دیوبند کا اجماعی عقیدہ ہے جو المہند میں درج ہے ٢ہ۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلکِ دیوبند سے منسوب کرے۔ اور اِن متفقہ اجماعی عقائد کے خلاف عقیدہ رکھے اور اسے پھیلائے تو ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا اور فریبی ہونے کے علاوہ خود فریبی اور ابلہ فریبی کا شغل اختیار کئے ہوئے ہے اور اگر ان مسلمہ اکابر کو گمراہ ثابت کرنے لگے تو اِس کے سوا کہا جا سکتا ہے کہ وہ نفاق کے مرض میں بُری طرح مُبتلا ہے ٣ہ

مُنکرِ اجماع کا حکم

اُمید ہے کہ اب ہمارے قارئین پر یہ بات پُوری طرح روشن ہو گئی ہو گی کہ اجماع کِن کا ہے۔ کس بات پر ہُوا۔ اس کا منکر کون ہے اور اس کا حکم

لہ حیاتِ انبیاء ص۴۱ ٢ہ حیاتِ انبیاء ص۴۱

٣ہ حیاتِ انبیاء ص۴۱

کیا ہے۔ تو برادرانِ اسلام بات بالکل صاف ہے کہ اجماع علماء دیوبند کا
ہے۔ وہ المہند کے مطابق حیاتِ انبیاء کے قائل ہیں لیکن بانیٔ دیوبند کا
عقیدہ اِن سے مختلف ہے اور جناب دہلوی اور غلام اللہ خان حیاتِ انبیاءؑ
کے نہ صرف منکر بلکہ اجماعی عقائد کے خلاف عقیدہ رکھ کر جھوٹے، فریبی
اور اس کے علاوہ خود فریبی اور ابلہ فریبی کے شُغل میں مُبتلا بلکہ اپنے مُسلم
اکابر (دیوبند) کو گمراہ ثابت کر کے نفاق کے مرض میں بُری طرح مُبتلا
ہوئے۔ جناب دہلوی ہو سکتا ہے کہ المہند کے اجماعی عقیدہ مرتب ہونے
سے پہلے ہی روپوش ہو جانے کی وجہ سے منکر اجماع ہونے سے بچ جائیں
لیکن اِن کا کوئی پیروکار نہیں ہو سکتا تو اس صُورت میں علیحدہ علیحدہ فہرستوں
کی ضرورت پڑے گی کہ کون ہے جسے تقویۃ الایمان میں درج شدہ مسائل
سے اتفاق ہے وہ تو حیاتِ انبیاء بلکہ کمالاتِ انبیاء کا منکر ہی ہوگا؛
پھر اگر بقول جناب گنگوہی قرآن و حدیث کا پُورا مطلب اس میں ہے تو
پھر اس پر عمل کرنے والے کامیاب ہُوئے اور ان سے اختلاف رکھنے
والے گمراہ اور اگر المہند کا اجماع قطعی ہے تو پھر اس پر عمل کرنے والے
پکّے مرض نفاق کے مریض خود فریبی اور ابلہ فریبی میں مبتلا۔ بہر حال یہ مسئلہ
کہیں مشکل سے ہی جا کر حل ہو گا۔ بظاہر تو اس کے حل کی کوئی صورت نظر
نہیں آتی، لیکن اگر حل ہو جائے تو ہمیں خوشی ہو گی۔

قصّہ کوتاہ : علماء دیوبند اور جناب اسمٰعیل کے جُملہ
پیروکاروں کو حق حاصل ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو گمراہ اور

۱- کامیاب ہوئے: شرک ہے اور اس کے خلاف کفر رکھنے والے

گمراہ کن الفاظ سے نوازیں یا کافر و مشرک کے القاب سے خود فریبی اور ابلہ فریبی کے مضمون سے ایک دوسرے کی تواضع کریں یا مرضِ نفاق میں مبتلا ہونے والے گمراہ کے اعزاز سے نوازیں ہمیں ایک غیر جانبدار ہونے کی حیثیت سے اِن کے معاملے میں کوئی دخل نہیں ؛ البتہ اِن سب کو خود اپنے معاملے میں غور و فکر کی دعوت دینا چونکہ خیر خواہی پر مبنی ہے۔ اِس لئے میں ان سب کو اس سلسلہ میں کسی خاطر خواہ نتیجے پر پہنچنے کی دعوت دیتا ہوں۔ خُدا کرے انہیں سمجھ آجائے۔

"سُنّی عقیدہ کی روشنی میں حیاتِ انبیاء کا تصوّر"

نظم

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے — مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس آنی کے بعد ان کی حیات — مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا — جسم پر نور بھی روحانی ہے
اوروں کی روح کتنی ہی لطیف — ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
پاؤں جس خاک پر رکھ دیں وہ بھی — روح ہے پاک ہے نورانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح — اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
یہ ہیں حیّ ابدی ان کو رضا — صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

خاص نبی کریم کی شان

وہ جو نہ تھے تو کچھ بھی نہ تھا
وہ جو نہ ہوں تو کچھ بھی نہ ہو
جان ہیں وہ تو جہان کی
جان ہے تو جہان ہے

سوال : شفاعت کو شریعت مطہرہ میں کیا حیثیت حاصل ہے اور اس کا انکار کرنے والے کون ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن و سُنّت نے کیا فیصلہ دیا ہے ؟

جواب : شفاعت گنہگاروں کی بخشش کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ہمارے آقا کریم شفیع المذنبین ہیں۔ آپ گنہگاروں کی شفاعت فرما کر انہیں جنّت کا مالک بنا دیں گے۔ ایمانِ کامل رکھنے والا کوئی مسلمان آج تک شفاعت کا مُنکر نہیں ہُوا۔ صدر دیوبند جناب حسین احمدؒ کا کہنا ہے کہ وہابیہ مسئلہ شفاعت میں ہزاروں تاویلیں اور گھڑنت کرتے ہیں اور قریب قریب انکارِ شفاعت کے بالکُل پہنچ جاتے[1] بانیٔ دیوبند نے بظاہر شفاعت کا اقرار یوں کیا ہے۔

ے یہ سُن کے آپ شفیع گنہگاراں ہیں
کیئے میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

لیکن ان کے نامی راہنما کی تحریر کو دیکھ کر اِن سب کا اقرار انکار

[1] الشہاب الثاقب صہ۴۷

کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے۔ جناب دہلوی نے شفاعت کے قائل کو شرک میں ابوجہل کے برابر قرار دیا ہے۔ وُہ الفاظ یہ ہیں: پیغمبرِ خُدا کے وقت میں کافر بھی بتوں کو خُدا کے برابر نہیں جانتے تھے اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا بھی اِن کا کفر و شرک تھا۔ سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابوجہل اور وُہ شرک میں برابر ہیں[1]۔ اِس عبارت سے صاف روشن ہو گیا کہ جناب نانوتوی اور اِن کے جملہ ہمنوا اگر محبوبِ خُدا کو مخلوق سمجھ کر بھی آپ سے شفاعت کے طالب ہیں۔ تب بھی بقول دہلوی ابوجہل جیسے مشرک ہُوئے اور خود جناب دہلوی اگر کسی دوسری جگہ حضُور کی شفاعت کا اقرار کریں تو وہ بھی بدستور مشرک اور اگر شفاعت کے انکار پہ کاربند رہیں تو وہ بقول جناب حسین احمد وہابی ہُوئے۔ اب اِن کے پیروکار اپنے متعلق خود فیصلہ کر لیں۔ اگر شفاعت پہ ایمان ہُوا تو جناب دہلوی کو چھوڑنا پڑے گا اور اگر اِن کو نہ چھوڑا تو دامنِ مُصطفےٰ ہاتھ سے چلا جائے گا اور وہابیت کی صحیح ڈگری مل جائے گی۔

شفاعت کے سلسلے میں سُنّی مسلک کی ترجمانی

ہر قسم کی شفاعت حضور کے لئے ثابت ہے۔ شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبہ، شفاعت بالاذن، اِن میں سے کسی ایک کا انکار وہی

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۱۱

از جناب بھانوی

ے دستگیری کیجئے میرے نبی | کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
بجز تمہارے ہے کہاں میری پناہ | فوج کلفت مجھ پہ غالب آگئی
ابنِ عبد اللہ زمانہ ہے خلاف | اے میرے مولیٰ خبر لیجئے میری
میں ہوں بس اور آپکا در یا رسُول | ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی [۱]

از جناب گنگوہی

یا رَسُول اللہ انظر حالنا | یا رسُول اللہ اسمع قالنا
انني فی بحر ھم مغرق | خزیدی سھل لنا اشکالنا

یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا ورد کرنا۔ ے

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ | سواك عند حلول الحادث العمم

یا اور کوئی شعر یا نثر میں ورد اسماء مخلوق بطور وظیفہ کرنا تو جناب نے اس کے جواب میں عبارت ذیل تحریر فرمائی۔ جواب آپ کے اس مسئلہ کا نو لکھا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے کلمات کو نظم ہو یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ کفر و فسق نہیں [۲]۔ یہ ہیں غائبانہ حاجات میں غیر خدا کو دُور سے پُکارنے کے سلسلے میں جناب دہلوی، گنگوہی اور راجہ بازاری کے اپنے مخصوص حلقے کے نامور لوگوں کی پکاریں اور عبارتیں اب موجودہ دیوبندی حضرات کی مرضی ہے کہ ان سب لوگوں کو بیک وقت کافر و مشرک اور

---

[۱] نشر الطیب ص ۱۹۴ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور [۲] فتاوی رشیدیہ

حرام کار قرار دیں یا ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ان الفاظ سے نوازیں فقیر کے خیال کے مطابق کفر و شرک اور حرام کے مذکورہ تمام فتوے سُنّی مسلمانوں کے لئے ہوں گے اور جہاں تک ان کے اپنے حلقے کا تعلق ہے۔ ان کے لئے علیحدہ احکام ہوں گے۔ اگر ایسا نہیں تو جناب بانیٔ دیوبند تھانوی و گنگوہی کے مذکورہ بالا اشعار کے متعلق کیا رائے ہے اگر وہ لوگ اس قسم کے مضامین اور اشعار کی بناء پر کافر و مشرک اور حرام کار نہیں تو مسلمان محبت بھرے انداز میں اپنی عرضیاں پیش کرنے سے کیسے مشرک و کافر بن گئے۔ میں تو دُعا کرتا ہوں کہ اللہ کریم موجودہ علمائے دیوبند کو حقیقت آشنا بنائے تاکہ وہ اپنے بعض بزرگوں کے غلط اقوال کی بناء پر اہلِ اسلام کو کافر و مشرک نہ بناتے پھریں۔

غائبانہ حاجات میں دُور و نزدیک سے پُکارنے کے بارے میں اہلسنت وجماعت کا مُبارک معمول

زمانۂ نبوی سے لے کر آج تک تمام اہلِ اسلام کا نبی کریم اور دیگر مقبولانِ بارگاہ رب العالمین کو دُور یا نزدیک سے پُکارنا صحیح احادیث و کتب ملت سے بخوبی ثابت ہے۔ صرف چند حوالے ملاحظہ ہوں۔ (۱) جب ہجرت فرما کر سید الکونین مدینہ منورہ پہنچنے والے تھے تو

اہلِ مدینہ کی کیفیت یہ تھی کہ مرد اور عورتیں مکانوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم راستوں میں بکھر کر سب بآوازِ بلند پکارنے لگے یا محمدؐ یا رسول اللہ[1]۔

حضرت سیدنا امام اعظم فرماتے ہیں

یا سید السادات جئتک قاصدًا ارجو رضاک و احتمی بحماک[2]

"اے تمام سرداروں کے سردار میں دلی قصد سے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آپ کے رضا کا اُمیدوار ہوں اور اپنے کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔"

حضرت سیدنا امام زین العابدین فرماتے ہیں

یا رحمۃ العالمین ادرک لزین العابدین
محبوس ایدی الظلمین فی موکب المزدھم

"اے رحمۃ العالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو۔ وہ اس ازدھام میں ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے۔"

حضرت جامی عرض رسال ہیں

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم[3]

۱؎ مسلم شریف جلد ثانی فی حدیث الہجرۃ ۲؎ قصیدہ حضرت عابد ۳؎ زلیخا فارسی ص ۱۸

"مہجوری کی وجہ سے جہان کی جان باہر آرہی ہے یانبی اللہ رحم فرمائیے"

حضرت سعدی عقیدت کا نذرانہ یوں پیش کرتے ہیں

چہ وصفت کند سعدیٔ ناتمام　　علیک الصلوٰۃ اے نبی والسلام
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا　　علیک السلام اے نبی الوریٰ[۱]

"کہ یارسول اللہ سعدی ناقص آپ کی کیا صفت کرے اے غیب دان آپ پر صلوٰۃ وسلام ہو"

حضرت مجدد بریلوی عرض کرتے ہیں

بکار خویش حیرانم اغثنی یا رسول اللہ
پریشانم پریشانم اغثنی یا رسول اللہ[۲]

"میں اپنے کام میں حیران ہوں یا رسول اللہ میری مدد فرمائیں۔ میں پریشان در پریشان ہوں یارسول اللہ میری مدد فرمائیں"
مزید اس موضوع پر فقیر کی دیگر تالیفات گنجینۂ حق، آفتاب چرا ہی اور ذکرِ حبیب ملاحظہ ہوں۔

الغرض صرف سرکار دو جہان کو جن اکابرین ملت نے غائبانہ

---

[۱] بوستان ص ۸-۹　[۲] حدائق بخشش ص ۱۶۱

حاجات یا سلسلۂ منت میں پکارا ہے۔ اگر انہی کے کلام کو قلمبند کیا جائے تو اس کے لئے بے شمار دفاتر درکار ہیں۔ باقی کاملین کو پکارا جانا تو درکنار اور حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی ندا کا سبق خود خالق کائنات نے قرآن کریم میں بار بار دیا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ وغیرہ آیات بیّنات تو اگر یہ چیز شرک یا شائبہ شرک ہوتی تو اس کی تعلیم خود ربّ العالمین کیوں فرماتے اس چیز کو شرک کہنا وہابیہ کی بہت بڑی جہالت ہے اور پھر حضور نبی کریم تو ہیں ہی ہر مؤمن کی جان سے بھی زیادہ قریب النبی اولیٰ بالمؤمنین شاہد عادل ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا علم غیب عطائی اور غیر مستقل ہے

سوال : کیا انبیاء کرام و اولیاء کرام خود مستقل غیب دان اور متصرف فی الامور ہیں یا خدا تعالیٰ کے اذن و عطاء سے ذاتی عطائی کا فرق کس نے بیان کیا ہے۔ کیا اس کی کچھ حقیقت بھی ہے۔ یا یہ محض بریلوی اختراع ہے جناب راجہ بازاری نے تو اس چیز کا صاف انکار کر کے لکھا ہے کہ آج کل کے مشرک مولوی اور پیر بالذات اور بالغرض کا معنی یہ کرتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کرام خود بخود بلا واسطہ مستقل عالم الغیب اور متصرف فی الامور نہیں ہیں اور بواسطہ خدا عالم الغیب اور متصرف فی الامور ہیں۔ یہ معنی بالذات و بالغرض کا نہ قرآن مجید سے نہ کسی تفسیر اور نہ ہی کسی فقہ کی کتاب میں ملتا ہے[1]۔ نیز بالذات و بالغرض اور ذاتی عطائی

---

[1] جواہر القرآن صد ۱۴۴

ایک ہی چیز ہے ۔ یا الگ الگ جواب اہلسنت وجماعت کے علماء حق نے نہایت تفصیل سے واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی و مستقل ہیں اور مخلوق کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ ہیں اور
راجہ بازاری کا قول نادانی پر مبنی ہے ؛ ورنہ ذاتی عطائی کا فرق خود دیوبندیوں نے کیا ہے۔ جناب حسین احمد نے لکھا ہے۔ علم باری تعالیٰ کا ذاتی اور علی ھذا القیاس جملہ صفات کمالیہ اس کی ذاتی ہیں۔ بندہ میں جو کوئی بھی صفت پائی جاتی ہے وہ عطیہ باری تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ جس کو اپنی صفت کمالیہ کے ظل میں سے کچھ حصہ عنائت ہوتا ہے۔ پس جو کچھ صفت باری عزوجل میں ہے وہ حقیقی ہے اور جو بندہ میں ہے وہ مجازی ہے ۔ اگر کسی نے وہ صفت اسی طرح جیسی کہ باری تعالیٰ میں ہے ۔ دوسری مخلوق میں ثابت کی تو شرک ہوگا ، ورنہ نہیں[1]۔

جناب گنگوہی کا فتویٰ

سوال : پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی سیئاً للہ کا بطور ورد یا برائے قضائے حاجات یا اس میں اثر جان کر یا شیخ کو متصرف عالم تصور کر کے ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو یہ دونوں صورتیں کفر و شرک کی ہیں یا نہیں ؟

جواب : اِس کا ورد بندہ جائز نہیں جانتا اگرچہ شرک نہیں

---

[1] الشہاب الثاقب صـ ۹۳ صـ ۹۴

اور اس عقیدے سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذن تعالیٰ شیخ حاجت براری کر دیتے ہیں۔ یہ بھی مشرک نہ ہوگا باقی مؤمن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے اور جلدی سے کسی کو کافر و مُشرک بنا دینا بھی غیر مناسب ہے [1]

تبصرہ

ان دو حوالوں کے بعد راجہ بازاری کے قول کی حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ صدرِ دیوبند اور ان کے آقا گنگوہی کو تو راجہ بازاری نے بھی مشرک، پیروں اور مولویوں میں شمار نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ اِن دونوں نے مستقل اور غیر مستقل بالذات و بالغرض و بالفاظ دیگر ذاتی عطائی کا فرق اچھی طرح واضح کر دیا ہے تو اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ یہ فرق بریلوی اختراع نہیں بلکہ عین حقیقت ہے اور جس نادان کو قرآن مجید تفسیر اور فقہ میں یہ فرق نظر نہیں آیا۔ دراصل وہ اس کی اپنی جہالت کا نتیجہ ہے ورنہ جناب حسین احمد اور گنگوہی کو کیسے نظر آ گیا۔

تنبیہ

مستقل بالذات ذاتی بلاواسطہ حقیقی اور دوسری طرف غیر مستقل

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۵۰

عطائی بالواسطہ و مجازی قریب قریب ایک درجے کے الفاظ ہیں گو یہ الفاظ علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن ان کا مفہوم تقریبًا ایک ہی ہے۔

خلاصۂ جواب

خلاصۂ جواب یہ ہُوا کہ ہمارے نبی کریم اور آپ کے طفیل دیگر کاملین باذن رب العالمین غیب داں اور متصرف فی الامور ہیں اور راجہ بازاری کا پیروں، مولویوں کو مشرک کہنا فرمانِ نبوی کے پیشِ نظر خود ان کے مشرک ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ مسلمان کو کافر و مشرک کہنے والا حدیث کی رُو سے خود کافر و مشرک ہوجاتا ہے۔

ذاتی عطائی کے بارے سُنّی مسلک کی مختصر ترجمانی

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم[1] رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اس کی بخشش ان کا صدقہ دیتا وُہ ہے دلاتے یہ ہیں[2]

علی بخش، حسین بخش نام رکھنا جائز ہے

سوال: علی بخش، حسین بخش، عبدالنبی، پیر بخش، فرید بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین وغیرہ نام رکھنے کا شریعت مطہرہ میں جواز

---

[1] بخاری شریف میں حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی [2] الاستمداد علی جیال الارتداد صفحہ ۶

ہے یا نہیں ۔ اگر ہے تو جن لوگوں نے ایسے نام رکھنے کو شرک کہا ہے ۔ اِن کے بارے میں کیا حکم ہے ۔

جواب : حدیث پاک میں اچھے نام رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے ۔ کئی ایسے نام جو اچھے نہ تھے خود سیّد عالم نے تبدیل کرنے کا حکم صادر فرمایا ۔ یہ نام بھی اچھے ہیں ان میں جہاں نام رکھنے کی غرض پوری ہوتی ہے وہاں ساتھ ہی مقبولانِ خدا کی یاد بھی تازہ ہوتی ہے اور اِن کی غلامی کا احساس بھی پیدا ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اہلِ اسلام نے ان ناموں کو پذیرائی کا شرف بخشا ہے ۔ حدیث پاک ہے ۔ مارآہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن [۱] ۔ اِن ناموں سے منع کرنے والے یا ایسے ناموں کو شرک سے تعبیر کرنے والے صرف وہابیہ ہے ۔ دیوبندی ہوں یا غیر مقلّد تمام وہابیہ کے رہنما ۔ جناب دہلوی نے لکھا ہے کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش ، کوئی حسین بخش ، کوئی پیر بخش کوئی سالار بخش ، کوئی غلام محی الدّین ، کوئی غلام معین الدّین ۔ جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے تھے ۔ سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء ، اولیاء سے کر گزرتے ہیں [۲] ۔

یہ عبارت دہلوی کی اس کتاب کی ہے جس کو جناب گنگوہی نے موجبِ قوت و اصلاحِ ایمان بتایا ہے ۔ اس بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ اس کتاب

---

[۱] صحیح مسلم شریف وغیرہ [۲] تقویۃ الایمان ص : ۷

رو سے تو سارا گھر شرک کی لپیٹ میں آجائے گا۔ یہ مشکل یوں درپیش آئی کہ جناب گنگوہی کے مادری پدری دونوں سلسلوں میں وہ نام آگئے جو تھانوی اور اسمٰعیلی تعلیم کے پیش نظر شرکیہ تھے اس لئے کہ باپ کی طرف سے جناب گنگوہی کا سلسلہ اس طرح ہے۔ رشید احمد بن ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش [۱]۔ مادری نسبت نامہ رشید احمد بن کریم النساء بنت فرید بخش بن قادر بخش بن محمد صالح بن غلام محمد [۲]۔ یہ عقدہ تو موجودہ دیوبندی ہی حل کریں گے کہ جناب گنگوہی مع ننہال دادھال شرک سے کیسے بچیں۔ مجھے تو یقین ہے کہ اگر اسمٰعیلی و تھانوی تعلیمات پر عمل رہا تو گنگوہی خاندان شرک کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ اب دیکھئے علماء دیوبند اپنے رشید و شہید میں سے کس کا دامن تھامتے ہیں اور کس پر تبرا بازی ہوتی ہے۔ یہاں بریلوی، دیوبندی نزاع تو ہے نہیں کہ یہ کہہ کر جان چھڑا لیتے کہ بریلی میں کفر کی مشین ہے۔ یہاں تو دونوں کی بزرگی بھی برقرار رکھنی ہے۔ نہ معلوم موجودہ دیوبندی کیا گل کھلاتے ہیں۔ جناب تھانوی تو فیصلہ دے چکے ہیں کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مولانا رشید احمد گنگوہی وہی ہیں جن کے حسب و نسب پر مولانا اسمٰعیل دہلوی نے بڑا سنگین حملہ کیا ہے، چنانچہ تقویۃ الایمان صـ ۶۵ کی عبارت سنو۔ کوئی نام رکھتا ہے علی بخش [۳]

الحاصل ایسے نام رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ وہابیہ نے اِس

---

[۱] تذکرۃ الرشید صـ ۱۳ [۲] خون کے آنسو حصہ اوّل صـ ۱۹۳

[۳] خون کے آنسو حصہ اوّل صـ ۱۹۳

عمل کو شرک قرار دیا تو وہی شرک جادو بن کر جناب گنگوہی کے سر پہ چڑھ کر بولنے لگا۔

رسالتماب کا خیال وہابیہ کے نزدیک زنا کے وسوسے سے برُا ہے۔"

سوال : کیا وہابیہ کی کوئی ایسی عبارت ہے جس میں ہو کہ رسالتمآب کی طرف اپنی ہمت کو لگا دینا۔ بیل گدھے کی صورت میں غرق ہونے سے بُرا ہے۔ **جواب** : ہاں یہ قول راس الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی کا ہے۔ اُس نے لکھا ہے کہ : زنا کے وسوسے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے [۱]۔"

اور یہ دراصل جہالت بلکہ نبی کریم کی شان میں بُہت بڑی گستاخی ہے ورنہ نبی کریم کا خیال اللہ کریم ہی کا خیال ہے، کیونکہ قرآن کی رُو سے نبی کریم کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور آپ کی اطاعت خُدا کی اطاعت ہے۔ اِسی چیز کی نشاندہی دہلوی کے تابع فرمان جناب تھانوی نے کی ہے۔

---

[۱] صراطِ مستقیم اردو صہ ۹۷

حضورؐ کی التفات اللہ کی طرف التفات ہے"

لکھا ہے کہ جس درجہ کی مقصودیت محبوب بالذات کی اس محبّ کی نظر میں ہو گی۔ اسی درجہ کا التفات موصل کی حرکت وسکون پر ہو گا اسی طرح حضور کی طرف جس قدر التفات ہو وہ عین علامت ہو گی۔ واحد تعالیٰ کے مطلوب وملتفت ہونے کی تو دونوں التفاتوں میں تزاحم نہ ہوا بلکہ تلازم ہوا۔[۱]" جناب تھانوی کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حبیبِ خدا کا خیال اور آپ کی طرف التفات درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف خیال اور التفات ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب یہ دونوں خیال ایک ہوئے تو ایک کی توہین بلاشبہ دوسرے کی توہین ہوئی اور اس میں تو شک نہیں کہ نبی کریم کے خیال کو زنا، بیل، گدھے کے خیال سے برا کہنا نبی کریم کی صریح توہین ہے تو بواسطہ یہ اللہ کریم کی توہین ہوئی۔ اب دہلوی کے پیرو کارانہ دعوے دیانت سوچیں کہ ایسی توہین آمیز عبارت کو برقرار رکھنا آخر کونسی صریح نص یا مخفی حکمت کے پیش نظر ہے۔

کیا مولا علی یا دیگر اولیاء مشکل کشا ہو سکتے ہیں؟

سوال: کیا مولا علی یا دیگر اولیاء مشکلکشا ہو سکتے ہیں۔ اس لفظ کا

۱؎ نشر الطیب ص: ۲۹۵

اطلاق خدا تعالیٰ کے سوا کسی پر جائز ہے یا نہیں۔ جناب اسمٰعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی بُرے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ کی شان ہے[۱] کیا اس کا کہنا صحیح ہے یا نہیں ؟

جواب : بلا شُبہ مولیٰ علی اور دیگر اولیاء باذن اللہ مشکلکشاء ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق مخلوق پر بافاعدہ ہُوا ہے۔ ذاتی طور پہ مشکلکشاء تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر اس کی عطاء اور اذن سے اس کے مقبول بے شمار مشکلیں حل فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باذن اللہ مادر زاد اندھوں کو آنکھیں دیں، کوڑھوں کو صحت بخشی مُردوں کو زندہ فرمایا۔ یہ سب مشکلیں تھیں۔ آپ نے حل فرمائیں۔

بقول تھانوی مولا علی مشکل کشا ہیں

اگر خُدا کے بغیر کسی کو مشکل کشا ماننا شرک ہے تو پھر وہابیوں کے نامی راہنما جناب تھانوی اس میں بخوبی گرفتار ہیں۔ موصوف نے لکھا ہے :

کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکلکشا کے واسطے[۲]

اور زیادہ مزے کی بات یہ ہے کہ جناب تھانوی کے ایک عقیدتمند

---

[۱] تقویۃ الایمان ص ۱۴

[۲] تعلیم الدین مطبوعہ تاج کمپنی ص ۱۴۲ زیر عنوان شجرہ پیران چشت اہل بہشت

نے انہیں لکھا ہے

اے لقائے تو جواب ہر سوال   مشکل از تو حل شود بے قیل و قال[1]

مجھے یقین قطعی ہے کہ میری مشکل کو بجز ذات گرامی کے اور کوئی شخص سارے ہندوستان میں دفع نہیں کر سکتا۔[2] اگر جناب تھانوی کے پیروکار ایمانداری سے کام لیں تو امید واثق ہے کہ وہ اس کے بعد حضرت مولیٰ علی کو مشکلکشا مان کر اپنی تمام مشکلیں ان کے واسطے سے اپنے مرشد کی طرح حل کرائیں گے، ورنہ کم از کم کسی مسلمان کو اس بنا پر مشرک تو نہیں بنائیں گے ہٹ دھرمی اور بدبختی علیحدہ چیز ہے۔

کیا وہابی دیوبندی نبی کریم کو بانئ اسلام مانتے ہیں یا نہیں؟

سوال : کیا دیوبندی وہابی نبی کریم کو بانئ اسلام مانتے ہیں یا نہیں۔ سنا ہے کہ صدر دیوبند جناب محمود الحسن نے جناب گنگوہی کو بانئ اسلام کا ثانی لکھا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب : یہ بے چارے عجیب کشمکش میں مبتلا ہیں۔ بلاشبہ صدر دیوبند نے لکھا ہے ع اٹھا عالم سے کوئی بانئ اسلام کا ثانی[1]

---

[1] ارواح ثلثہ ص   [2] ارواح ص ۳۸۲

لیکن دُوسری طرف جناب تھانوی نے لکھا ہے۔ بانیٔ اسلام خُدا تعالیٰ ہے[۱]

کشمکش کی وجہ

کشمکش کی وجہ ظاہر ہے کہ اگر خُدا کو بانیٔ اسلام مانیں جیسا کہ ذکر الرّسُول میں ہے تو پھر خُدا کے لئے بھی موت کا قائل ہونا پڑے گا، کیونکہ ثانی کا اُٹھنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اوّل پہلے اُٹھ چکا ہے۔ ممکن ہے کہ دیوبندی امکان کذب کی طرح اُس کے جواز کی بھی کوئی صورت نکال لیں اور اگر بانیٔ اسلام سے مراد حبیبِ خُدا لیں تو گویہ چیز تھانوی تعلیم کے سراسر خلاف ہے لیکن اس صورت میں بانیٔ دیوبند کی تکذیب ہو گی اِس لئے کہ ان کے قصائد قاسمی میں صاف موجود ہے۔ ع

فلک پر سب سہی پر ہے نہ ثانیٔ احمد

پھر قرآن مجید نے جب ایک خاص مقام میں وصیّت کے پیشِ نظر اس لفظ کو حضرت صدیق کے لئے مختص فرمایا ہے تو کسی دُوسرے پر اس کا اطلاق کیسے جائز ہو گیا۔

خلاصۂ جواب

خلاصہ جواب یہ ہُوا کہ سُنّی تو حقیقی مجازی یا ذاتی عطائی کا فرق کر کے بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ ذاتی طور پر بانیٔ اسلام خُدا کی ذات ہے گو شرعی طور پر اس لفظ کا استعمال اور اطلاق ذاتِ خداوندی پر نہیں آیا۔

اس لئے کہ اس کے اسماء مقدسہ تمام توقیفی ہیں اور نبی کریم بلاشبہ بتوفیق خداوندی بانیٔ اسلام ہیں اور گنگوہی وغیرہ کو خدایا مصطفیٰ کا ثانی لکھنا دین سے صریح لاتعلقی ہے لیکن اسمٰعیلی اور راجہ بازاری تعلیم کے تحت جب مذکورہ فرق کفر وشرک ہے تو دیوبندی بے چارے بلاشبہ کفر وشرک کی زد میں آگئے ہیں دُعاء گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ موجودہ دیوبندی وہابیوں کو توفیق ہدایت بخشے تاکہ وہ اپنے اکابر کی توہین آمیز عبارتوں سے دست بردار ہو کر اپنا دین بچاسکیں۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں کسی کو شفیع لانا

اللہ تعالیٰ کے دربار میں بزرگوں کو شفیع لانا اور اُن کے وسیلے سے دُعا کرنا کیسا ہے معلوم ہُوا ہے کہ وہابیہ اِس سے منع کرتے ہیں۔

اللہ کریم کے دربارِ اقدس میں بزرگانِ دین کو شفیع لانا اور اُن کے وسیع سے دُعا کرنا اہلسُنّت وجماعت کے نزدیک جائز ہے۔ ہمارے آقا شفیع روزِ جزا میں پہلے ذکر ہوچکا ہے اور حضرت سعدی فرماتے ہیں:

خدایا بحقِ بنی فاطمہ ✤ کہ بر قولِ ایمان کنی فاطمہ

فقیر کے شجرہ طریقت میں اعلیٰحضرت سے ہمیں ملا ہے جو روزانہ کا معمول ہے۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے ✤ یا رسول اللہ کرم کیجیئے خدا کے واسطے

وہابیہ کے راہنما تھانوی نے بھی لکھا ہے۔ رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

اِن بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہو کر ملول ۔
کیجیو یہ عرض مری اُن کی برکت سے قبول ؛ ہاتھ اُٹھاؤں جب تیرے آگے دُعا کے واسطے[1]

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ اگر کوئی وہابی ہٹ دھرمی سے اس مسئلہ کا انکار کرے تو وہ اپنی عادت سے مجبور ہے ، ورنہ مسئلہ کے جواز میں شک نہیں

گنج بخش اور گنج شکر کہنا درست ہے

سوال : حضرت فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کو گنج شکر کہنا کیسا ہے ؟ وہابیہ اِس نام اور داتا گنج بخش کے مبارک لقب سے بہت جلتے اور کہتے ہیں کہ داتا اور گنج بخشنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔

جواب : اللہ کے ان ہر دو مقبول بندوں کو گنج بخش داتا اور گنج شکر کہہ کر پکارنا شریعت کی رُو سے بالکل درست ہے ۔ اللہ کریم نے انہیں باطنی بادشاہ بنایا ہے اور بادشاہ جو چاہیں جس کو چاہیں بخش دیں ۔ اولیاء اللہ کہ بادشاہی کا اقرار امام الوہابیہ نے یوں کیا ہے ۔ مناصب رفیعہ کے صاحبان کو جائز ہے کہ کہیں عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے[2] اب ظاہر ہے کہ جس بادشاہ کی اتنی بڑی سلطنت ہو اس کے لئے خزانہ یا شکر بخشنا کیا مشکل ۔ مزے کی بات یہ ہے کہ وہابیہ کے تھانوی نے حضرت خواجہ گنج شکر کو خود اِسی مبارک لفظ سے یاد کر کے دربار الٰہی میں

---

[1] تعلیم الدین ص ۱۴۲ [2] صراطِ مستقیم اردو ص ۱۱۴

وسیلہ بنایا ہے ۔ ملاحظہ ہو :

ا : دے حلاوت مجھ کو اب نمکینئ ایمان سے
اور حلاوت بخش گنج شکر عرفان سے

۲ : شہ فرید الدّین شکر گنج بقا کے واسطے [۱]

۳ : رحم کر مجھ پر تو اب چاہ ضلالت سے نکال
بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یا ربّ ملک و مال
شاہ ابو یوسف شہِ شاہ و گدا کے واسطے [۲]

قابلِ توجّہ

یہ مسئلہ نہ صرف وہابیہ بلکہ ہر عقلمند کی توجہ کے قابل ہے کہ جب حضرت ابو یوسف شہ شاہ وگدا ہیں تو داتا صاحب شہِ شاہ وگدا کیوں نہیں اور اگر ہیں تو پھر داتا کہنے میں کیا قباحت ۔ جس طرح معتقدین کے لئے تھانوی مشکل کُشا ۔ حضرت مولا علی بھی مُشکل کشا خود ربّ جلی بھی مشکل کُشا اور توحید میں فرق بھی نہیں آیا ۔ یونہی ذاتی طور پہ خدُا ہی داتا ہے اور اس کی مہربانی سے حضرت گنج بخش بھی داتا اور جب یہ فرق ہو تو مومن کے ایمان میں فرق بھی نہیں آتا ۔ پھر جنہوں نے گنج بخش کہہ کر پُکارا ہے وہ تو ان کے پردادا پیر ہیں ۔ جنہیں جناب تھانوی نے گنج شکر کے مُبارک لقب سے یاد

---

[۱] تعلیم الدین صـ ۱۴۱ [۲] تعلیم الدین صـ ۱۴۱

کیا ہے اور اُن کے فرمانِ عالی شان نے وہ قبولیت حاصل کی ہے کہ پُوری دنیا میں یہ صدا گُونج رہی ہے ؎

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نُورِ خُدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

خُلاصہ جواب یہ ہُوا!

کہ گنج بخش، داتا، گنج شکر ہر تین مبارک القاب بالکل صحیح ہیں۔ یہ لوگ اللہ کریم کی عطا سے گنج بھی بخشتے ہیں اور شکر بھی۔ اہلِ اسلام کا یہی عقیدہ ہے۔

؎ غیض میں جل جائیں بے دینوں کے دل
گنج شکر یا گنج بخش اپنا وظیفہ کیجئے

انبیاء ہر معاملے میں اپنی اُمّت سے ممتاز ہوتے ہیں!"

سوال: یہ عبارت کس کی ہے کہ انبیاء اپنی اُمّت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں۔ تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں

---

[1] لفظ داتا کا اطلاق ذات جل مجدہٗ پر ایسا ہی ہے جیسے لفظ خُدا کا ورنہ اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں۔

بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بڑھ جاتے ہیں[1]۔

جواب : یہ دلسوز عبارت بانیٔ دیوبند کی ہے۔ دیکھئے کس بیدردی سے شانِ نبوت کا خون کیا اور صرف یہی نہیں بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہابیہ کے نامی راہنماؤں جناب دہلوی، گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھوی وغیرہ نے تنقیص سید المرسلین کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کر رکھا تھا مگر چونکہ یہ کام انجام دینا آسان نہ تھا۔ حضور پُر نور کے پروانوں کے مزاج سے یہ لوگ بخوبی واقف تھے۔ اس لئے تنقیص کی اشاعت کے لیے طریقۂ کار یہ وضع کیا کہ ان میں ایک تجربہ کار نے ایک جگہ چند تعریفی کلمے لکھ دیئے جن کو پڑھ کر سادہ لوح مسلمان دھوکے میں آ گئے۔ ادھر کچھ حواریوں نے پُل باندھنے شروع کر دیئے۔ جناب ہمارے اکابر کی کیا بات۔ اُنہوں نے تو یہ کر دیا، وہ کر دیا۔ مثلاً بانیٔ دیوبند نے عبدالحمید خان کی تعریف کرنی تھی تو چند شعر حضور نبی کریم کی تعریف کے لکھ دیئے۔ لوگ سمجھے کہ موصوف تو بڑے اچھے ہیں۔ حضور پاک کی تعریف لکھی ہے۔ اسی کا چرچا کرتے رہے اور یار لوگوں نے ادھر انبیاء کے علوم کی تعریف کے پردے میں عمل پر پوری طرح ہاتھ صاف کر لیا کہ عمل میں تو بسا اوقات امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں۔ اب مصنف براہین قاطعہ نے دیکھا کہ نبی کے علم کی تعریف ہے۔ اس طرح تو اپنا مشن مجروح ہو گا۔ فوری

---

[1] تحذیر الناس ص۵

چارہ جوئی کی اور شیخ محقق نے جس بے سروپا روائت کے بارے کھلے طور پہ فرمایا تھا کہ ایں روایت اصلے نہ دارد۔ اس کو نقل کرنے کے لئے دیانت و امانت کے سارے تقاضے بالائے طاق رکھ کر حضرت شیخ کے سر پہ تہمت تھوپ دی کہ شیخ عبدالحق روائت کرتے ہیں۔ کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں[۱]۔ پھر جو کمی باقی رہ گئی تھی۔ اسے یہ کہہ کر پورا کر دیا کہ علم محیط زمین کا فخرِ عالم کو خلافِ نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعتِ نص سے ثابت ہے۔ فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کونسی نصّ قطعی ہے[۲]۔

یہ بھی دیکھیں!

حضور سرورِ کائنات علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا وہ مرتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق نصیب ہُوا اور نہ ہوگا۔ علم اور ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوندِ اکرم عزاسمہ مرتبہ حضور علیہ السّلام کا ہے کوئی بشر کوئی ملک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ عوام اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ آپ سے افضل ہو[۳]۔

۱؎ براہین قاطعہ ص ۵۱ مطبع بلالی ساڈھورسہارنپور

۲؎ براہین ص ۵۱ ۳؎ الشہاب الثاقب ص ۶۷

یہ بھی ساتھ ملائیں!

جو کچھ فیوضات و کمالات علمیہ کہ انبیاء عظام اور اولیائے کرام پر ہوتے ہیں۔ وہ سب آپ میں اولا بالذات عطیہ ہوئے اور دوسروں میں ثانیا و بالعرض [۱]

اِن مختلف عبارتوں کا نچوڑ!

قطع نظر اس شئے کہ مصنف براہین قاطعہ نے اس قدر خیانت کا ارتکاب کر کے اپنی آخرت کی بربادی کا سامان کیوں بنایا۔ دیکھنا صِرف یہ ہے کہ بانی دیوبند نے جو انبیاء کو اپنی امّت سے علوم میں ممتاز قرار دیا ہے۔ اس کے لئے بھی کوئی نص قطعی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر وہ قیاس فاسدہ سے ثابت کیا ہوگا تو ایسی صورت میں تو بقول صاحب براہین بانئ دیوبند شرک کی زد میں آگئے اگر کوئی نص قطعی تھی تو پھر اس کا انکار اور شیطان کی طرفداری کر کے صاحب براہین خیانت کے علاوہ توہین نبوی کے مرتکب ہو کر خود کفر کی وادیوں میں جاگرے، کیونکہ صدر دیوبند کا کہنا کہ کوئی مخلوق علوم اور دیگر کمالات میں آپ کی ہم پلہ نہیں ہوسکتی اور صاحب براہین نے شیطان کے لئے روئے زمین کا علم محیط نص سے ثابت

---

[۱] الشہاب الثاقب ص۹۰

کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہو کر غلط اور مدعی جھوٹا ہونے کے علاوہ نبی کریم کا گستاخ ثابت ہو گیا، کیونکہ جناب حسین احمد نے صاف لکھ دیا ہے کہ جو کچھ فیوضات و کمالات کسی کو ملتے ہیں وہ بالذات آپ کو عطیات ہوتے ہیں اور دوسروں کو بالعرض تو جن کو بالعرض کوئی چیز مل رہی ہے۔ اِن کے لئے نص قطعی کا دعویٰ کرنا اور جن کے طفیل مل رہی ہے ان کے لئے نص نہ ملنا خود صاحب براہین کے الفاظ میں شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصّہ ہے۔ اگر فخرِ عالم کو علم محیط زمین کا ثابت کرنے سے شرک ہوتا ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہی علم شیطان کے لئے ثابت کرنے سے شرک لازم نہیں آتا۔ قصّہ کوتاہ کہ تحذیر الناس کی عبارت میں بھی آقا کریم کی توہین ہے اور براہین قاطعہ کی ناپاک عبارت میں بدتر توہین و تحقیر ہے؛ کیونکہ اس میں تقابل شیطان لعین کے ساتھ قائم کیا گیا ہے۔ اب حضور کریم کی تحقیر کرنے والے حکم ہم از خود نہیں بلکہ جناب گنگوہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں اور پھر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ موصوف کے بارے صدرِ دیوبند جناب حسین احمد نے لکھا ہے کہ مولنا گنگوہی فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں۔ اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو۔ ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے[1]۔ اب ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ فلاں مشرک ہے اور فلاں کافر یہ فیصلہ تو اس لمبی چوڑی بحث

---

[1] اشہاب الثاقب ص۵۷

سے خود قارئین کرام کریں گے کہ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ وغیرہ کی عبارتوں میں تحقیر فخرِ کائنات پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر پائی جاتی ہے تو جناب گنگوہی کے فتویٰ کی زد میں وہ آتے ہیں یا نہیں۔ اگر آتے ہیں تو یہ حکم الٰہی صرف دو ہستیوں تک محدود رہتا ہے یا مزید کسی کی طرف بھی سرایت کرتا ہے۔ یہ آخری سوال ابھی تک غیر معلوم تھا۔ اس کا حل بھی صدرِ دیوبند نے پیش کر دیا کہ اس فتوے کی زد میں اگر آئے تو پھر صرف ایک دو نہیں بلکہ دہلوی، گنگوہی، تھانوی، نانوتوی، انبیٹھوی وغیرہ سب آئیں گے، کیونکہ ان سب کے عقائد ایک ہیں۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں یہ جملہ اکابر ایک روح چند قالب اور ایک معنی چند الفاظ ہیں۔ ان کے خیالات وعقائد و اعمال ایک ہی ہیں۔ ان کے معتقدین و مریدین تلامذہ سب ایک خیال و یک عقائد ہیں [1]

ضروری تنبیہ

کسی مسلمان کے دل میں یہ خیال بھول کر بھی نہ آئے کہ ہم ان میں سے کسی فردِ واحد کو خصوصی طور پر کفر و شرک کا نشانہ بنائیں گے۔ یہ عادت تو وہابیوں کی ہے۔ ہم تو کسی کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کے ٹھیکیدار نہیں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ تو ان کے اپنے ہم خیال لوگوں کی تحقیق کی بناء

---

[1] الشہاب الثاقب ص۴۱

پر ہے یا ان کے سب سے بڑے مفتی کے اس فتویٰ پر جس کے الفاظ یوں پیش کئے جا چکے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرورِ کائنات علیہ السلام ہوں ۔ اگرچہ کہنے والے نے نیّت حقارت نہ کی ہو ۔ مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے ۔ پھر اگر صدرِ دیوبند اس دائرے کو وسیع نہ کرتے تو ممکن تھا کہ یہ معاملہ چند محدود افراد تک محدود رہتا لیکن جس گھر کے اتنے بڑے شاہد نے اس قدر واضح الفاظ میں وانشگاف کہہ دیا ہو کہ ان کے اصاغر و اکابر سب ایک خیال و یک عقائد ہیں تو اب کسی دوسرے ایسے مسلمان کو جو ان کی توہین آمیز عبارتوں سے بخوبی واقف ہے ۔ ان کے کسی بھی فرد کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے ۔ شاید صدرِ دیوبند کے ہی زوردار الفاظ کی بناء پر کسی دل جلے نے بلاتوقف کہہ دیا ہے ۔

میں نہیں کہتا کہ فلاں بن فلاں گستاخ ہے
اس قبیلے کا ہر پیر و جواں گستاخ ہے

رحمۃ اللعالمین صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

سوال : کیا نبی کریم کے علاوہ بھی کسی کو رحمۃ اللعالمین کہنا درست ہے اگر نہیں تو جو آدمی اس کا قائل ہو اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب : یہ پاکیزہ لفظ نبی کریم کی وہ بہترین صفت ہے جو تمام

انبیاء مرسلین میں سے صرف ہمارے آقا کریم کو اللہ کریم نے عطاء فرمائی ہے۔ وہابیہ کے امام جناب گنگوہی کے بغیر کسی کو بھی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کی اس مخصوص صفت میں کسی دوسرے کو شریک کرے۔ موصوف نے یہ کردار یوں ادا کیا ہے۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ لفظ رحمۃ اللعالمین مخصوص آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں ؟

جواب : لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسُول کی نہیں بلکہ دیگر انبیاء، اولیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمتِ عالم ہوتے ہیں ؛ اگرچہ جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سب میں اعلیٰ ہیں۔ لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے[1] صد افسوس کہ جس طبقے کو لفظ مشکل کشا، لفظ گنج بخش، لفظ داتا، لفظ عالم الغیب میں کوئی بھی تاویل نظر نہ آئی۔ اس کے مقتدر راہنما کو عظمتِ رسُول کریم کو مجروح کرنے کے لئے یہاں یاد آگئی۔ بہرحال سُنی نظریات کے تحت یہ لفظ بطور صفت اللہ کریم نے صرف اپنے محبوب کریم کے لئے قرآنِ کریم میں مخصوص کیا ہے۔ کسی مُسلمان کو یہ جُرأت کہاں ہوسکتی ہے کہ جس صفت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کو نوازا ہے۔ اس میں شریک بننے یا کسی کو بنانے کی ناپاک کوشش کرے اس بارے میں مزید بحث آئندہ کسی جگہ آئے گی۔

---

[1] فتاوی رشیدیہ ص ۹۶-۹۷

اللہ کریم نے نبی کریم کو ازل سے ابد تک کا علم عطاء فرمایا ہے!

سوال : کیا وہابیہ میں سے کسی نے نبی کریم کے لئے علمِ غیب ثابت ہونے کا قول کیا ہے اگر ایسا ہے تو پھر وہ حضور کے علم غیب کی نفی کرنے پر ایڑی چوٹی کا زور کیوں لگاتے ہیں۔

جواب : دیوار بنیاد پہ قائم ہوتی ہے اور جب ان کے مذہب کی بنیاد ہی کمالاتِ نبوی کی نفی کرنی ہے تو پھر سرکارِ دو عالم کے لئے یہ چیز ثابت کرنے کے کیا معنیٰ۔ ہاں یہ نبی کریم کا عظیم معجزہ ہے کہ اس جماعت کے کچھ افراد سے بھی اس چیز کا بخوبی ثبوت ہو گیا ہے۔ جس کی ان کے اکابر نے پُر زور نفی کی تھی اور پھر لطف کی بات یہ ہے کہ کمالاتِ نبوی بیان کرنے والے آج تک اپنے ان بزرگوں کے بدستور قائل ہیں جو بمع علم غیب نبی کریم کے تمام اوصاف کا کسی نہ کسی طرح انکار کر چکے ہیں۔ جن لوگوں سے اللہ کریم نے اپنے محبوب کریم کے علم غیب کی توصیف بیان کروائی ہے۔

وہ مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) جناب شبیر احمد عثمانی

یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔ ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و

بطلان سے یا جنّت و دوزخ کے احوال یا واقعات لبعد الموت سے اور اِن چیزوں کے بتلانے میں ذرا بُخل نہیں کرتا لہ

جناب بانیٔ دیوبند

(۲) علومِ اولین مثلاً اور ہیں اور علومِ آخرین اور، لیکن وہ سب علوم رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں مجتمع ہیں ۲ہ

علماء دیوبند کے وکیل جناب حسین احمد

(۳) انبیاء علیہم السّلام جیسے افضل ترین خلائق اور اشرف مخلوقات ہیں ایسے ہی ان کے علوم بھی نہایت اعلیٰ درجہ کے مطابق واقع صحیح صحیح ہیں اور کیوں کر نہ ہوں آخر نبوت بھی تو کمالات علمی میں سے ہے۔

(۴) پھر حضرت رسُول مقبول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تو اس کمال میں مرکز ہیں۔ جملہ کمالات انبیاء کرام علیہم السّلام کے واسطے ذاتِ والاصفات حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام منبع اور واسطہ ہورہی ہے۔ پس جو کچھ فیوضات کمالاتِ علمیہ کے انبیاء وعظام واولیاء کرام پر ہوتے ہیں۔ وہ سب آپ میں اوّلاً بالذّات عطیہ ہوئے اور دوسروں میں ثانیاً۔ وبالعرض پس آپ مصداق اعطی، علم الاوّلین والآخرین اور اعلم الخلائق قاطبیہ ہوئے ۳ہ

صدرِ دیوبند کی ص۶۷ کی ایک عبارت ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اِس کا

لہ حاشیہ قرآن زیر آیت وَمَا ہُوَ عَلَی الغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ،، از بشیر احمد
۲ہ تحذیر النّاس ص۴ ۳ہ الشہاب الثاقب ص۹۰

آخری حصّہ یہ ہے کوئی بشر، کوئی ملک، کوئی مخلوق آپ کے ہم پلّہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ آپ سے افضل ہو۔
کُفر ٹوٹا خُدا خُدا کر کے۔ دیوبندی لوگ نبیٔ کریم کے علم غیب کے مُنکر تھے، لیکن جناب عثمانی نے کُھلے الفاظ میں بتا دیا کہ میاں یہاں ایک غیب کی بات نہیں۔ بلکہ پیغمبر پاک ہر قسم کے غیوب کی خبر دینا ہے۔ خود جاننا تو درکنار اور ظاہر ہے کہ جب ہر قسم کے غیوب ہمارے آقا کریم جانتے ہیں تو پھر آپ کے باعطا اللہ اعلم الغیب ہونے کا انکار کیوں اور جب بقولِ جناب احمد کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم اور دیگر کمالات میں نہیں تو پھر براہین قاطعہ میں آقا کریم کو دیوار کے پیچھے علم نہ ہونے اور شیطان کے عِلمِ محیط ہونے کے خطبے پڑھنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی۔ اِن تینوں دیوبندی رہنماؤں کے مندرجہ بیانات اگر کسی وقتی مصلحت کے لئے نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں تو پھر موجودہ دیوبندیوں کو صاحب براہین قاطعہ کے شیطان کا جو علم نص سے ان کے لئے ثابت ہُوا ہے۔ اس کے بارے میں لازمی طور پر غور کرنا ہوگا کہ ان کے شیطان کو اللہ تعالیٰ کے علم سے پہلے حاصل ہو گیا تھا یا بعد۔ اگر بعد حاصل ہُوا تو مشکل یہ ہے کہ صدر دیوبند نے خداوند کریم کے بعد کا مرتبہ تو رسول کریم کے لئے مختص کیا ہے کہ علوم و کمالات میں کوئی بھی آپ کا ہم پلّہ نہیں اور جن کا کوئی ہم پلہ نہیں۔ اُن کے لئے تو صاحب براہین کو کوئی نص نظر نہیں آئی اور جس کے لئے نص نظر آئی اُس کا یہ مرتبہ نہیں تو ایسے یہ مرتبہ دینے سے صاحب براہین کا انجام کیا ہوگا اور کیا وہ اکیلے حق

بجانب ہیں یا یہ تینیں نامور، حق بلاشبہ ایک ہی طرف ہوگا دونوں طرف نہیں اور اگر بیانات میں زمین و آسمان کا فرق و اختلاف ہونے کے باوجود جناب حسین احمد کے سابقہ قول کی بناء پر کہ یہ سب ایک خیال و یک عقائد ہیں تو پھر توہین رسول کریم کا سہرا ہر ایک کے سجتا نظر آئے گا۔ اس لئے میں کہوں گا کہ ع ہے سوچنے کا مقام اسے بار بار سوچ

اب اس بارے میں سُنّی مسلک کی ترجمانی ملاحظہ ہو۔

سُنّی مسلک کی ترجمانی اعلحضرت کی زبانی

ؔ ذات ہُوئی انتخاب وصف ہُوئے لاجواب
نام ہُوُا مُصطفےٰ تم پہ کروڑوں درود

اور کوئی غیب تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خُدا ہی چھُپا تم پہ کروڑوں دُرود

تو دانائے ماکان و مایکون ہے ؛ مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

الصّلوٰۃ والسّلام یارسُول اللہ پڑھنا کیسا ہے[۱]

سوال : ندائے یارسُول اللہ میں کیا اختلاف ہے اور الصّلوٰۃ والسّلام علیک یارسُول اللہ پڑھنا کیسا ہے۔

---

[۱] اس موضوع پر ہماری کتاب گلدستۂ عقیدت دیکھئے۔

جواب : اس مسئلہ میں غائبانہ حاجات کے تحت تفصیل گزر چکی ہے۔ سُنّی مسلک میں یہ دونوں چیزیں جائز ہیں۔ وہابی اس کے منکر ہیں۔ البتہ سارے منکروں کی بے حیا صفائی کے منفرد وکیل جناب حُسین احمد نے لکھا ہے کہ لفظ یا رسُول اللہ اگر بلحاظ معنی۔ ایسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت و تکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلا شک جائز ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہو گا۔ علیٰ ھٰذا القیاس اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کسی سے غلبہ محبّت و شدّت وجد و توفر عشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے اور اگر اس عقیدے سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضورِ اکرم تک اپنے فضل و کرم سے ہماری ندا کو پہنچا دے گا۔ اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہو گا۔ مگر اس اُمید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں[1]۔ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سُنا گیا کہ الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسُول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہلِ حرمین پر سخت نفرین اس ندا اور خطاب پر کرتے ہیں اور اِن کا استہزاء اُڑاتے ہیں اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے مقدّس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صُورت درود شریف کو اگرچہ بصیغۂ خطاب و ندا کیوں نہ ہو، مستحب و

---

[1] الشہاب الثاقب صد ۶۵ صد ۶۴

مستحسین جانتے ہیں[1] اس سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ اہلِ حرمین جب تک وہابی نہ تھے تو صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے۔

الصّلوٰۃ والسّلام علیکَ یا رسُول اللّٰہ کا وِرد پڑھنے سے روکنے والے صرف وہابی ہیں"

جناب حسین احمد کے مذکورہ بیان سے صاف واضح ہوگیا کہ یا رسول اللّٰہ اور صلوٰۃ والسّلام سے روکنے والے صرف اور صرف نامراد وہابی ہیں جو صرف روکتے ہی نہیں بلکہ یہ مبارک وظیفہ کرنے والوں کا استہزاء اُڑاتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ الصّلوٰۃُ والسّلام علیک یا رسُول اللّٰہ کا ورد کرنے والے سُنّی اسے جائز جاننے والے سُنّی اور اس سے روکنے والے وہابی بے دین ہیں۔ یہ مبارک وظیفہ ایسا امتیازی نشان ہے جس سے کھرے کھوٹے میں بخوبی تمیز ہوجاتی ہے۔

اعلٰحضرت نے کیا ہی خُوب فرمایا ہے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل ؛ یا رسُول اللّٰہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہی کا صُبح و شام ؛ جان کافر پر قیامت کیجئے

---

[1] الشہاب الثاقب صـ۶۵

یارسُول اللہ دُہائی آپ کی ❊ گوشمالی اہلِ بدعت کیجئے

محفل میلاد باعثِ خیرات و برکات ہے

سوال : محفل میلاد منانے کا کیا حکم ہے کیا اس خوشی میں کوئی فائدہ ہے اس کو جائز سمجھنے والے کون اور اسے ناجائز حرام یا بدعت کہنے والے کون ہیں ؟

جواب : آغاز اسلام سے آج تک تمام مسلمان میلاد شریف کی خوشی منانے کے قائل ہیں۔ اس کو دُنیاوی اور اُخروی خیرات و برکات کا سبب سمجھتے ہیں۔ اس کو حرام ناجائز بدعت کہنے والے مُنکر بے دین وہابی ہیں۔ ان کے امام گنگوہی نے تو ظلم کی انتہاء کر دی ہے۔ اپنے فتاویٰ میں لکھا۔

۱ : مجلس مولود مروجہ بدعت ہے۔

۲ : مکروہ تحریمہ ہے [۱]

س : انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں۔

ج : انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے۔ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے [۲]

س : جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔

---

[۱] فتاویٰ رشیدیہ صـ ۱۰۳ [۲] فتاویٰ رشیدیہ صـ ۱۳۶

ج : کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں [۱]

س : محفلِ میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف گزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے۔ ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے [۲]

اسے کہتے ہیں سوال گندم اور جواب جو

سوال یہ ہے کہ عرس میں صرف قرآن پڑھا جائے اور شرینی تقسیم ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں اور بغیر کسی دلیل کے جواب میں مولود بھی ناجائز اور اس میں شرکت بھی۔ اسمٰعیلی تعلیم نے اِس قدر مدہوش کیا کہ قرآن خوانی کو بھی ناجائز قرار دے دیا نہ معلوم اس میں ناجائز ہونے کی کونسی بات تھی اور پھر مزید دل کا بخار نکالنے کے لئے ہر قسم کی میلاد اور اِس میں شرکت کو بغیر پُوچھے۔ ناجائز! دُوسری جگہ بدعت اور تیسری جگہ مکروہ تحریمیہ لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ ہمارا مشن ذکرِ رسُول کو بند کرنا ہے۔ ہر آدمی اتنی بات تو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جس محفل میلاد میں صرف قرآن اور صحیح روایات پڑھی جائیں آخر اس کے ناجائز ہونے کا کیا مطلب ایسے ہی ناروا فتنوں کو دیکھ کر مجدد دین و ملت کو مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ اے ذکرِ مصطفیٰ کو مٹانے والے

---

[۱] فتاوی رشیدیہ ص۱۴۷ [۲] فتاوی رشیدیہ ص۱۴۸

بدقسمت تو نے یہ طریقہ کیوں اختیار کیا ہے۔ اس ظلم کے در پئے تو کیوں ہوا ہے ؎ ارے تجھے کھائے تپ سقر ؛ تیرے دل میں کس سے بخار ہے

پھر حیرت در حیرت اس بات پر ہے کہ ایسے بلا دلیل منکر شانِ رسول جلیل کی صفائی کے لئے بھی صدرِ دیوبند نے اپنا روایتی کردار ادا کرتے ہوئے موصوف کی یوں وکالت کی کہ یہ جملہ حضرات نفس ذکر ولادت شریف جبکہ بروایات معتبرہ ہو مندوب اور مستوجب برکت فرماتے ہیں [۱]

مدعی سُست اور گواہ چُست

فتاویٰ رشیدیہ کا مضمون دیکھ کر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ کاش صدرِ دیوبند نے یہ مضمون دیکھ لیا ہوتا تو بے جا وکالت کے در پئے نہ ہوتے اور مدعی سُست گواہ چُست کا مصداق نہ بنتے۔ موصوف کا کہنا ہے کہ ہمارے جملہ حضرات نفس ذکرِ ولادت شریف کو مستوجبِ برکت فرماتے ہیں اور بزرگ صحیح قرآن والے مولود کو بھی ناجائز جانتے ہیں۔ نہ معلوم جس مجلس میلاد میں صرف قرآن پڑھا جائے اس کے ناجائز ہونے کی کونسی وجہ ہے پھر صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ مکروہ تحریمی تک کہہ دیا اور پھر ایسے شخص کی بے جا پاسداری نے صدرِ دیوبند کو نابینا کر دیا ہے۔

---

[۱] الشہاب الثاقب ص۶۷

مُرشد کی مخالفت

مزے کی بات یہ ہے کہ جناب گنگوہی نے جس چیز کو بدعت ناجائز اور مکروہ تحریمی لکھا اور بلا دلیل آنکھیں بند کر کے اس کارِ خیر کو بند کرنے پہ پُورا زور دیا ہے۔ خود ان کے مرشد نے اُسے موجب خیرات و برکات لکھا ہے۔ لکھتے ہیں اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ نفس ذکرِ ولادت شریف حضرت فخرِ آدم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجب خیرات و برکات دنیوی و اُخروی ہے۔ صرف کلام بعض تعینات و تخصیصات و تقییدات میں ہے جن میں بڑا امر قیام کا ہے۔ بعض علماء ان امور کو منع کرتے ہیں۔ بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "کُلّ بدعۃ ضلالۃ" اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں لاطلاق دلائل فضیلت الذکر اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔ کما یظہر من التامل فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھٰذا مَا لَیْسَ مِنْہُ فھُوَ رَدٌّ الحدیث پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہٖ مباح جانتا ہے مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں۔ مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معین کر لی اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے مگر مصلحت سہولت دوام یا اور کسی مصلحت سے

۱۲۔ ربیع الاوّل مقرر کر لی[1]

حاجی صاحب کی عبارت کا خلاصہ

حاجی صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ولادت شریف کا ذکر موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے۔ اسے بدعت کہنا ناانصافی اور دین سے دُوری ہے۔ تعظیم ذکر رسول عبادت ہے۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو اس کے لئے مقرر کرنا سہولت یا کسی مصلحت کے لئے ہے لیکن افسوس کہ ان کے بدقسمت مریدِ رشید کو ان میں یہ کوئی چیز بھی راس نہ آئی۔

مجلس مولود میں حضور رونق افروز ہونے میں

قیامت تک آنے والے دیوبندی وہابیوں کا مُنہ بند کرنے کے لئے حاجی صاحب کا یہ بیان کافی ہے کہ "رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولود میں حضُور پُرنور رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے، کیونکہ یہ امر ممکن ہے۔ عقلاً و نقلاً بلکہ بعض مقامات پر وقوع بھی ہُوا ہے[2] یہاں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ مدعی لاکھ پہ بھاری

۱؎ فیصلہ ہفت مسئلہ صہ ۶ مشہور آفسٹ پریس کراچی

۲؎ فیصلہ ہفت مسئلہ صہ ۸

ہے گواہی تیری اور یہ بھی یقین کر لینا چاہیئے کہ اس اعتقاد کو کفر و شرک کہہ کر حد سے بڑھنے والے وہ وہابیہ ہیں جو ایک طرف حاجی صاحب کی غلامی کا دم بھرتے ہیں اور دوسری طرف ان سادہ مسلمانوں کو بے جا پریشان کرتے ہیں جو ان تمام معتقدات میں حاجی صاحب سے باقاعدہ متفق ہیں محفلِ میلاد کو خیرات و برکات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سلام و قیام تعظیمی کے قائل ہیں۔ حضور پرنور کا مجلس میلاد میں تشریف لاکر رونق افروز ہونا جائز و ممکن خیال کرتے ہیں۔

جانِ وہابیت پر حاجی صاحب پر ضرب کاری

وہابیہ کو سب سے بڑا دکھ یہ تھا کہ لوگ ہر سال میلاد کیوں مناتے ہیں۔ محفلِ میلاد میں سلام کی صورت میں قیام کیوں کرتے ہیں۔ ایسی محافل کے انعقاد میں کیا فائدہ تو ان گستاخوں کے اس باطل نظریئے کو مٹانے کے لئے حاجی صاحب نے ان کے دلوں پر یوں ضرب کاری لگائی ہے کہ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں [1]۔ اس سے صاف روشن ہو گیا کہ جو ان چیزوں کو نہیں مانتا وہ جائے جہنم، فقیر تو اسے ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال کرتا اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہے۔

---

[1] فیصلہ ص ۹

محدثین کرام کی نظر میں میلاد شریف کی اہمیّت

محدثین کرام کی نگاہِ انور میں میلاد پاک کی اتنی اہمیت ہے کہ ترمذی شریف میں اس موضوع پر ایک مستقل باب بایں الفاظ باندھا ہے۔ باب ماجاء فی میلاد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اب اگر کوئی بدبخت میلاد شریف کو بریلوی ایجاد قرار دے تو پھر یہ مسئلہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اُسے ماننا پڑے گا کہ علامہ ترمذی بریلوی ہیں اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ میلاد آج کی ایجاد نہیں۔ اسلام کے آغاز سے جاری ہے۔

گستاخئ رسُول کی انتہا

میلادِ مصطفیٰ کے منکروں نے گستاخئ رسول کریم کی انتہا کر دی اور دین اسلام کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر ایک نہایت ہی شرمناک خواب کا سہارا لے کر فخر کون و مکان کی علمی حیثیت کو یوں مجروح کیا۔ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرّف ہوئے تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی۔ آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہُوا۔ ہم کو یہ زبان آ گئی[1]

---

[1] براہین قاطعہ صت ۲۶

؎ خدا جب دین لیتا ہے ٭ حماقت آ ہی جاتی ہے

سوچنے کا مقام ہے کہ جس ذات بابرکات کو خود خالقِ کائنات نے رحمٰن ہو کر قرآن سکھایا اور جامع الکلام بنایا۔ ان کو اردو حاصل کرنے کے لئے دیوبند کی محتاجی تھی۔ حاشا و کلا یہ شیطانی اختراع محض اپنے طبقہ کی تعلّی کے لئے گھڑ لی گئی۔

ع ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

برصغیر پاک و ہند میں وہابیت کی شورش کب پیدا ہوئی ؟

س : برصغیر پاک و ہند میں وہابیت کی شورش کب پیدا ہوئی اور اس کا باعث کونسی چیز ہے۔

ج : پاک و ہند میں اس کا قدم اسمٰعیل دہلوی کی وجہ سے آیا اور اس کا باعث موصوف کی تقویۃ الایمان ہے جس کو مصنّف نے خود باعثِ شورش قرار دیا ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان لکھنے کے بعد اپنے خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سیّد شاہ صاحب۔ اسحٰق صاحب۔ مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فیروز الدّین صاحب مراد آبادی۔ مومن خان۔ عبداللہ خان حلوی۔ استاذ امام بخش صہبائی و مملوک علی صاحب بھی تھے اور ان کے سامنے

تقویۃ الایمان پیش کی۔ اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں
جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض
جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی
لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے
شورش ضرور ہو گی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس
میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے
واپسی کے بعد عزم جہاد ہے۔ اس لئے اس کام سے معذور ہوں اور میں
دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بوجھ کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ
کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہو گی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر ٹھیک
ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو
کی جائے، ورنہ اسے چاک کر دیا جائے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت
تو ضرور ہونی چاہیئے۔ مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیئے۔ اس پر مولوی
عبدالحی صاحب، شاہ اسحٰق اور عبداللہ خان علوی و مومن خان نے مخالفت
کی اور کہا کہ ترمیم کی کوئی ضرورت نہیں اس پر آپس میں گفتگو کے بعد بالاتفاق
یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اور اسی طرح شائع ہونی چاہیئے، چنانچہ
اس کی اشاعت اس طرح ہو گئی [1]

یہ ہے وہ باعثِ شورش جس کی اشاعت سے پہلے جو مجلس شوریٰ

---

[1] ارواح ثلثہ ص ۹۸، ۹۹

منعقد ہوئی۔ اس پر واضح کر دیا گیا کہ اس پر شورش ضرور ہو گی، کیونکہ اس میں غیر شرک کو شرک لکھ دیا گیا ہے۔ اس میں تیز الفاظ آگئے ہیں اس میں تشدّد ہو گیا ہے۔ میں خود ہوتا تو اس شورش کو آٹھ دس سال میں بیان کرتا مگر دُوسرا اس بوجھ کو نہیں اُٹھائے گا۔ شورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر ٹھیک ہو جائیں گے۔ اب اگر چاہو تو اشاعت کرو ورنہ اسے چاک کر دیا جائے۔ پھر کیا کہنے عبد الحیّٔ وغیرہ اہلِ شوریٰ کے جنہوں نے باعثِ شورش میں ترمیم کو تو گوارا نہ کیا، لیکن اہلِ اسلام کو بلاوجہ مشرک بنانا گوارا کر لیا اور پھر پُورے اجماع و اتفاق کے ساتھ وہ شورش جو خود مصنّف کے نزدیک چاک کرنے کے قابل تھی، شائع ہو گئی۔ یہ وہی اجماع ہے جس کے خلاف دیوبندی برادری ایک لفظ سُننا بھی گوارا نہیں کرتی اور بدبختی سے اس کے مقابلے میں قرآن و حدیث کے ہزاروں احکام کو بلا تامّل نظر انداز کر دیتے ہیں اس باعث شورش کو غالبًا یہ اہمیت اس لئے حاصل ہُوئی ہو گی کہ اس سلسلہ کے ایک امام جناب گنگوہی کو اس میں نہ تو کوئی تیز لفظ نظر آیا نہ ہی تشدّد کی طرف نگاہ گئی اور نہ ہی اس مضمون کی طرف توجہ ہُوئی جہاں شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا گیا تھا اور نہ ہی جہاں اس کو چاک کرنے کے متعلق کہا گیا تھا۔ اس کو قابلِ اعتناء سمجھا بلکہ بلا تامّل آنکھیں بند کر کے اس پر عمد گی اور باعثِ اصلاح ایمان کی مُہر لگا دی۔ یہ بات بھُول کر بھی ذہن میں نہ آئے کہ جناب گنگوھی نے کسی مغالطے کی بناء پر اس باعث شورش کتاب کی صفائی بیان کی ہو گی۔ اس لئے کہ ان بزرگوں

نے تو اپنے دور میں ہر شرک گر اور نبی کریم کے گستاخ کی بے جا صفائی کا ٹھیکہ لے رکھا تھا۔ آغاز کتاب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ تو محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے ظالم اور اسلام دشمن باغی خونخوار (جسے دیوبندیوں کے مدنی بھی معاف نہ کر سکے) کے عقائد کی عمدگی اور خود اس کی مدح سرائی کا فریضہ بھی انجام دے چکے ہیں۔ گویا دیوبندیوں کی مذکورہ بالا مجلس شوریٰ کے علاوہ ہر شورش کے نامور حامی ان کے نامی بزرگ جناب گنگوہی ہیں۔

خلاصۂ جواب

خلاصۂ جواب یہ ہوا کہ شورش کا آغاز جناب دہلوی نے کیا۔ اس کی منظوری مومن خان وغیرہ مجلس شوریٰ نے دی۔ اس کو پروان جناب گنگوہی نے چڑھایا اور شورش کا باقی حصہ ان کی روحانی اولاد کو ملا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

باقی ماندہ شورش کی تھوڑی تشریح

سوال : شورش کا باقی حصہ ان کی روحانی اولاد کو ملنے کے معنی کیا؟

جواب : تقویۃ الایمان کے بعد جن کتابوں کی اشاعت پر شورش کا ذکر خود حلقہ دیوبند کی طرف سے ہوا ہے وہ تمام جناب گنگوہی کے روحانی سلسلہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں

آپ کے پاس اکیلا تھا اور پاؤں دبا رہا تھا۔ یہ زمانہ وہ تھا جس زمانہ میں براہین قاطعہ شائع ہوئی تھی اور اس پر لوگوں میں شورش ہو رہی تھی[1]

(۲) یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہلِ بدعات میں ایک شور بپا تھا۔ مولانا کی تکفیریں ہو رہی تھیں۔ حضرت (نانوتوی) کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارے میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں[2].

بار بار یہ شورش کیوں پیدا ہوئی

یہ فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے کہ بار بار یہ شورش کیوں پیدا ہوئی، اس کے ذمہ دار کون لوگ تھے۔ ہمارے ناقص خیال کے مطابق تو شیخ نجدی کی کتاب التوحید جس کا خلاصہ تقویۃ الایمان کی شکل میں رونما ہوا۔ اس سے پہلے عالمِ اسلام میں اس نوعیت کی کوئی شورش نہیں تھی۔ جب اسے بنیادی حیثیت حاصل ہوئی تو براہین و تحذیر اس کی دیواروں کی شکل میں نمودار ہوئیں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اسمٰعیلی شورش کی تکمیل جناب گنگوہی کے متعلقین نے کی اور یہ ساری کوشش نجدی کی خوشی کے لئے ہوئی جس کے بدلے میں آج بھی اہلِ نجد سے انہیں عطیات کی فراوانی ہو رہی ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

---

[1] ارواح ثلثہ ص ۳۰۵ [2] ارواح ثلثہ ص ۲۷۹

ایک مغالطہ کا ازالہ

ہمارے معزز قارئین یہ بات بخوبی ذہن نشین فرمالیں کہ ہم ازخود کسی مصنّف یا اس کی کتاب کو باعث شورش کہنے کا حق نہیں رکھتے یہ جو کچھ لکھا ہے۔ یہ خود ان کے اپنے گھر سے ان کے شورش ہونے کا ثبوت مہیّا کیا ہے۔ ارواح ثلثہ ان کے اپنے گھر کی کتاب ہے، لہٰذا ہمیں اس گناہ کا ذمّہ دار صرف اس شکل میں ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ جبکہ حوالجات غلط ہوں۔ اگر یہ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر قصوروار وہ ہیں جو شورش کا ذکر بار بار اپنی کتابوں میں شائع کر رہے ہیں اور یہ بات بھی بھول کر کبھی ذہن میں نہ آئے کہ ہم علماء دیوبند کو کافر کہتے ہیں۔ نہیں نہیں کفر کے فتوے تو خود علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی متضاد عبارتوں کے پیشِ نظر صادر کیئے ہیں اور اب بھی وقتاً فوقتاً صادر کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا قصور یہی ہے کہ ہم ان کے صادر شدہ فتوے لوگوں کے سامنے اس لئے پیش کرتے ہیں کہ لوگ علماء دیوبند کی توجہ اِدھر پھیریں تاکہ وہ ان کا کوئی بہترین حل نکال سکیں۔ براہِ راست علماء دیوبند کو ممکن ہے کہ ہماری بات پسند نہ آئے۔ آئندہ ہم خود ان کے چند فتوے نقل کر رہے ہیں، لیکن ان سے پہلے جن کے خلاف فتوے جاری ہوئے ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کا وہ مقام دکھانا چاہتے ہیں جو ان کے بعض ماننے والوں کی نگاہ میں تھا یا ہے سب سے پہلے بانی دیوبند کے متعلق پڑھیئے۔ ان کے

ایک عقیدتمند جناب رفیع الدین کا کہنا ہے کہ میں پچیس برس حضرت مولٰنا نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہؤا ہوں۔ اور کبھی بلا وضو نہیں گیا۔ میں نے انسانیت سے بالا درجہ ان کا دیکھا ہے وہ شخص ایک فرشتہ مقرب تھا۔ جو انسانوں میں ظاہر کیا گیا[1]۔ مولٰنا اسحاق صاحب کی نسبت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت میں ایک فرشتہ بھیجا ہے تاکہ لوگ ان سے مل کر فرشتوں کی قدر کریں[2]۔ ہمارے یہ سارے بزرگ آفتاب و ماہتاب تھے۔ ایک سے ایک اعلیٰ و افضل تھا[3]۔ ان اقوال سے بلا تکلف ثابت ہؤا کہ جناب اسحٰق انسان کی صورت میں فرشتہ اور بانیٔ دیوبند مقرب فرشتہ تھے۔ ان کا درجہ انسانیت سے بالا تھا اور آخری قول کی بناء پر ان کے گنگوہی وغیرہ سب کا درجہ انسانیت سے بالا ہؤا۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جو انسان ہو۔ ایک طرف ذہن میں یہ مضمون رہے اور دوسری طرف ان کے آقا دہلوی کے سُنیئے۔ سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں۔ عاجز اور بے اختیار[4]۔ اولیاء، انبیاء الیٰ قولہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑھائی دی۔ وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں[5]۔ کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر

---

[1] ارواح ثلثہ ص ۲۵۹ [2] ارواح ثلثہ ص ۸۳ [3] ارواح ثلثہ ص ۲۶۳
[4] تقویۃ الایمان ص ۳۴ [5] تقویۃ الایمان ص ۸۸

بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو۔ سو ان میں بھی اختصار ہی کرو۔[۱]

قیاس کن ز گلستان من بہار را

تعجب ہے کہ ایک طرف تو انبیاء کی تعریف بھی بشر کی سی بلکہ اس میں بھی اختصار کا حکم ہو رہا ہے، لیکن دوسری طرف بانئ دیوبند کا درجہ انسانیت سے بلند بتایا جا رہا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق سے اشرف انسان ہیں اور سارے بنی نوع انسان میں سے اشرف اور بلند درجہ والے انبیاؤ مرسلین ہیں تو اسمٰعیلی تعلیم کے اس پہلو کے تحت کہ کسی بزرگ کی تعریف بشر کی سی ہو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔ لازمی طور پر انبیاء کو بھی انسانیت کے سب سے اعلیٰ مرتبہ تک محدود کرنا پڑے گا تو اس شکل میں دوسرا بانئ دیوبند ہو یا کوئی اور اسے مجبوراً اہر لحاظ سے انبیاء سے ہیچ ماننا فرض ہو گا۔ اگر انبیاء کے ساتھ اس کی برابری پابندی کا احتمال بھی پیدا ہُوا تو اس کا قائل کفر کی لپیٹ میں آجائے گا، لیکن یہ چیز اعتقاد رفیع الدین کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ ان کی تحقیق کے مطابق بانئ دیوبند کا درجہ انسانیت سے بالا ہے، تو لازمی طور پہ وہ انبیاء کو پیچھے چھوڑ گئے، کیونکہ تمام اہلِ اسلام کی نگاہ میں انبیاء و مرسلین

---

[۱] تقویۃ الایمان صہ ۹۳

بھی انسانیت سے بالا نہیں تو جو انسانیت سے آگے نکل گیا۔ وہ
نعوذ باللہ ان نفوس قدسیہ سے نہ صرف عمل میں (جیسا بانیٔ
دیوبند نے لکھا ہے) بلکہ انبیاء سے بھی ہر لحاظ سے بڑھ گیا۔
اب قطع نظر اس سے کہ بڑھنے بڑھانے والوں کا کیا حشر ہوگا
دیکھنا تو یہ ہے کہ انسانیت سے بلند درجہ کس ذات کا ہے۔ ہمارے
ناقص خیال میں تو انسانیت سے بالا درجہ صرف ربّ العالمین کا ہے
لیکن کیا کہنے علماء دیوبند کے کہ انہوں نے اس میں بھی اپنے بزرگوں کو
شریک کر کے دم لیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس سے بھی ان کی
توحید میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ یہ ایسی بے ادبی ہے جس میں بیک
وقت جملہ انبیاء مرسلین کی بھی توہین ہے اور ربّ العالمین کی اور یہ
سارا اثر ہے اسمٰعیلی اور گنگوہی تعلیم کا۔ فقیر کے خیال کے مطابق اس
بدترین گستاخی کی سزا ان لوگوں کو یہ ملی ہے کہ جن لوگوں کو انہوں
نے انسانیت سے بالا درجہ دیا تھا۔ خود ان کو صریح کافر لکھ دیا۔
پھر بالخصوص بانیٔ دیوبند کے بارے میں تو تجدید ایمان اور تجدید
نکاح کا حکم بھی جاری کر دیا۔ کیا ہی اچھا تھا کہ عمل کی توفیق بھی
ساتھ ہی رفیق ہو گئی ہوتی۔ بہر حال یہ اعزاز تو بانیٔ دیوبند
کا اپنا حصہ تھا، لیکن اس امت کے حکیم بھی اپنے احباب کی مخلصانہ
کوششوں سے ان کے قریب ہی پہنچ گئے۔ اب بلا تاخیر ان کے احباب
کی ان پرورده کرم فرمائی فتووں کی شکل میں ملاحظہ ہو یا حق پر مبنی
فیصلوں کے انداز میں۔

پہلا فیصلہ

پہلا فیصلہ جناب تھانوی کی مندرجہ ذیل عبارت کے بارے ملاحظہ ہو۔ موصوف نے نبی کریم کے علم غیب کے بارے میں لکھا ہے کہ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مُراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مُراد ہیں تو اس میں حضُور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دُوسرے شخص سے مخفی ہے[1] یہ وہی ناپاک عبارت ہے۔ جس پر آقائے نعمت قبلۂ عالم حجت الاسلام سیدی محدثِ اعظم پاکستان علامہ الحاج ابوالفضل مولٰنا محمد سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بانیٔ مرکزی دارالعلوم جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائلپور شریف اور جناب مولوی منظور احمد سنبھلی کے درمیان بریلی شریف میں مناظرہ ہوا تھا۔

---

[1] حفظ الایمان صک

حضرت محدث اہلِ سُنّت نے ارشاد فرمایا کہ اس عبارت میں جو لفظ ایسا ہے وہ تشبیہ کے لئے ہے جس سے سرکار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی بالکل واضح ہے۔ مولوی صاحب کا کہنا تھا کہ یہاں یہ لفظ تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ اتنا اور اس قدر کے معنیٰ میں ہے۔ اگر تشبیہ کے لئے ہوتا تو ضرور علم نبوّت کی گستاخی اور توہین ہوتی جو موجب کفر بھی اور جب تشبیہ نہیں تو کفر نہیں۔ جناب مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کا بھی اس لفظ کے بارے میں یہی موقف ہے۔ لکھتے ہیں: واضح ہو کہ ایسا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے معنیٰ اس قدر اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں[1]۔ نیز لکھا عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اس قدر اور اتنا ہے۔ پھر تشبیہ کیسی[2]۔

اگر تشبیہ ہو تو پھر کیا ہو گا!

اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اگر تشبیہ ہو تو پھر کیا ہو گا تو مولوی منظور صاحب مذکور کا کہنا ہے کہ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ جب تو

---

[1] توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۸

[2] توضیح البیان ص ۱۷

لوگ ہی ایسے مضمون سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہیئے۔

(فقط سعید احمد سنبھل)

(۴) اس شعر کی نعت میں پڑھنا اور لکھنا دونوں کفر ہے۔

(وارث علی عفی عنہ سنبھلی)

(۵) تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔ (محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسۃ الشرع سنبھلی)

(۶) شعر مذکور اگرچہ نعت میں ہے لیکن حد شریعت سے باہر ہے۔ ایسا شعر نہ کہنے والے کو کہنا اور نہ پڑھنے والے کو پڑھنا جائز ہے یہ غلو اور قبیح ہے (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی)

(۷) ع ۱۲۱ الف نمبر فتویٰ مذکورہ شعر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

(۸) شاعر کافر اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ شعر کا پہلا مصرعہ شرط ہے۔ معنی میں اگر "کے ہے"، اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے۔ شرط کا وجود محال ہے۔ اس لیئے دوسرا مصرعہ بطور جزا کے ہے۔ اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے مگر شعر نعت رسول سے بہت گرا ہوا اور رکیک ہے ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے

ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے
یہ صحیح ہے قرآن کے مطابق ابلیس جنت میں نہیں جائے گا۔ مگر اس کے قائل
کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے۔ جب تک توجیہہ
اس کے کلام کی ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز
نہیں۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہئیے۔ واللہ اعلم!

کتبہ سید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳/۷/۲۱ ھجری
جمعہ نمبر ۱۲۹ فتویٰ شاعر کا مقصد بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
نعت ہے اور وہ فرط عقیدت میں سگ کوچۂ نبی کو بھی ابلیس سے بھی
برتر ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد ابلیس کو جنتی کہنا نہیں ہے جو
ان نصوص کا انکار بھی نہیں اور نہ ابلیس کے جنتی ہونے کا مدعی ہے۔
اس لئے شاعر کو کافر نہ کہا جائے، البتہ اس شعر میں چونکہ اس قسم کا ابہام
ہو سکتا ہے اور ابہام کفر سے بچنا واجب ہے۔ اس لئے اس شعر کو ہرگز
نہ پڑھا جائے اور توبہ کی جائے مگر دوسرے لوگوں کو بھی اس کے کافر
کہنے میں احتیاط کی ضرورت ہے، کیونکہ التزامِ کفر اور لزومِ کفر میں فرق
ہے اور جب کسی کے قول میں احتمال ادنیٰ کفر بھی ہو سکتا ہے اگرچہ
بتاویل ہو۔ قائل کو کافر نہ کہا جائے گا۔ واللہ اعلم!

سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر العلوم سہارنپور۔ ۱۵ صفر ۱۳۷۰ھ ہجری

نوٹ: ایک ہی سوال کے جواب میں قارئین نے بھانت بھانت
کی بولی ملاحظہ فرمالی۔ یہ وہ اونٹ ہے جس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔

کوئی تو مولوی قاسم نانوتوی کو جاہل اور بیہودہ کہہ رہا ہے۔ کوئی کافر اور فاسق۔ کوئی التزامِ کفر اور لزومِ کفر کی بحث میں الجھا ہوا ہے۔ غرضیکہ ان کے ہاں فتویٰ نویسی کا کوئی معیار ہی نہیں اور سارے فتوے اس بنیاد پر ہیں کہ کسی کو بھی اس کی خبر نہیں کہ تیر کے نشانے پر کون ہیں۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ بانیٔ دار العلوم دیوبند کا شعر ہے تو پھر اس شعر میں لعنتِ نبی کے وہ وہ گوشے نکالے جاتے کہ عالمگیری و شامی کے بجائے دیوانِ غالب و ذوق کے صفحات اُلٹے جاتے اور اُردو شاعری میں اس شعر کو ایک نئے مفہوم کا اضافہ کہا جاتا۔ یہ بھی ایک رہی کفر کے فتوے خود دیوبند سے دیئے جائیں اور بدنام بریلی کو کیا جائے۔ آج بلند بانگ نعروں سے کہا جاتا ہے کہ کافر کو کافر نہ کہو، حالانکہ یہ کہہ کر خود اُن بدولت نے کافر کہہ دیا یعنی کافر تو ہے مگر کافر کہو مت۔ خون کے آنسو مصنفہ علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی صہ ۸۵ فتاویٰ اور تبصرہ قارئین کے سامنے۔ اس پر مزید کچھ کہنا بے سود ہے۔ البتہ یہ ثابت ہو گیا کہ جناب نانوتوی بھی مولود خوان تھے۔

علماء دیوبند کا تیسرا فتویٰ

علماء دیوبند کا یہ فتویٰ ہم اپنے عوام برادرانِ اسلام تک اہلسنت و جماعت کی جانی پہچانی شخصیت غزالیٔ دوراں حضرت علامہ احمد سعید کاظمی دامت برکاتہم العالیہ ملتان شریف کی وساطت سے پہنچانا چاہتے

ہیں۔ ملاحظہ ہو عرب و عجم کے علماء اہلسنت نے جو علماء دیوبند کی توہین آمیز عبارات پر تکفیر فرمائی۔ اگر آپ سچ پوچھیں تو مفتیانِ دیوبند کے نزدیک بھی وہ تکفیر حق ہے اور علماء دیوبند اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان عبارات میں کفر صریح موجود ہے، لیکن محض اس لئے کہ وہ ان کے اپنے مقتداؤں اور پیشواؤں کی عبارات ہیں تکفیر نہیں کرتے اور اگر مفتیان دیوبند سے انہی کے پیشواؤں کی کسی ایسی عبارت کو لکھ کر فتویٰ طلب کیا جائے جس کے متعلق انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ہمارے بڑوں کی عبارت ہے تو وہ اس عبارت کے لکھنے پر بے دھڑک کفر کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں۔ جب انہیں بتایا جائے کہ جس عبارت پر آپ نے کفر کا فتویٰ دیا۔ یہ آپ کے فلاں دیوبندی مقتدا کا قول ہے تو پھر بجز ذلت آمیز سکوت کے کوئی جواب نہیں بن پڑتا۔ اس کی بہت سے مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ سردست ہم ایک تازہ مثال ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ایک دیوبندی العقیدہ مولوی صاحب نے جو مودودیت کا شکار ہو چکے ہیں۔ مودودی صاحب کو دیوبندیوں کے عائد کردہ الزاماتِ توہین سے بری الذمہ ثابت کرنے کے لئے مولوی محمد قاسم صاحب بانئ مدرسہ دیوبند کی ایک عبارت ان کی کتاب تصفیۃ العقائد سے نقل کر کے دیوبند بھیجی اور اس پہ فتویٰ طلب کیا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ یہ عبارت کس کی ہے تو دیوبند کے مفتی صاحب نے اس عبارت پر بے دھڑک کفر کا فتویٰ صادر فرما دیا۔ ملاحظہ فرمائیے:

اشتہار بعنوان دار العلوم دیوبند کے مفتی کا مولانا قاسم نانوتوی کو فتویٰ کفر

یہ فتویٰ دیوبندیوں کے گلے میں مچھلی کے کانٹے کی طرح پھنس کر رہ گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب بانیٔ دار العلوم دیوبند کی عبارت جس کو لکھ کر فتویٰ طلب کیا گیا یہ ہے :

"دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں ہر ایک کا حکم یکساں نہیں۔ ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ بالجملہ علی العموم کذب کو منافیٔ شانِ نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ خالی غلطی سے نہیں"، فتوی ۷۸۶/۴۱

الجواب : انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ ان کو مرتکب معاصی سمجھنا العیاذ باللہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔ فقط واللہ اعلم (سید احمد سعید نائب مفتی دار العلوم دیوبند)

"جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر ہے۔ جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کر لیں"، مسعود احمد عفی اللہ عنہ مہر دار الافتاء فی دیوبند الہند۔ المشتہر محمد عیسیٰ نقشبندی ناظم مکتبہ اسلامی لودھراں ضلع ملتان۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ دیو بند سے مولوی قاسم صاحب پر یہ فتویٰ کفر منگوا کر اشتہار چھاپنے والا مولوی محمد قاسم نانوتوی اور اکابر علماء دیوبند کا معتقد اور ان کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے والا ہے۔ مگر مودودی ہونے کی وجہ سے اُس نے مودودی صاحب کے مخالفین علماء دیوبند کو نیچا دکھانے کے لئے اور مودودی صاحب پر علماء دیوبند کے صادر کئے ہوئے فتووں کو غلط ثابت کرنے کے لئے یہ چال چلی اگرچہ مشہور دیوبندی العقیدہ ہونے کی وجہ سے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانئ مدرسہ دیوبند پر مفتئ دیوبند کے اس فتویٰ کفر کو صحیح تسلیم نہیں کرتا لیکن ہمارے قارئین کرام پر اس فتویٰ کو پڑھ کر یہ حقیقت بخوبی واضح ہو گئی ہو گی کہ فقیہان دیوبند کی نظر میں علماء دیوبند کی عبارات کفریہ یقیناً کفریہ ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے مقتداء اور پیشواء ہیں اس لئے ان کی عبارات کے سامنے خدا اور رسول کے احکام کی کچھ وقعت نہیں ہے الحق المبین ص ۲۵ تا ۲۸ مطبوعہ ثنائی برقی پریس لاہور۔ یہ فتویٰ اور مضمون کسی وضاحت کا محتاج ہی نہیں۔ صرف اتنی بات قابل توجہ ہے کہ آخر جناب محمد عیسیٰ مذکور کو مفتی دیوبند کے فتویٰ پر یقین کیوں نہیں۔ اس کی وجہ میرے ناقص خیال میں تو یہ ہے کہ صرف محمد عیسیٰ کو ہی نہیں۔ بلکہ کسی بھی دیوبندی کو اپنے کسی بھی بزرگ کے فتویٰ پر کوئی یقین نہیں، ورنہ یہ لوگ اس تضاد بیانی کا شکار نہ ہوتے۔ جس کا بارہا ثبوت پیش کیا جا چکا ہے۔

* * * * *

جناب دہلوی کا ایک اور مشرک گر غلام

یہ حقیقت ہے کہ جناب دہلوی کے ساتھ جس کو دُور کی بھی نسبت ہو گئی وہ بھی بخوبی مشرک گر بن گیا۔ ذیل میں اِس کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔ جناب مودودی جن کے پیروکار نہ معلوم انہیں کن کن القاب سے نوازتے ہیں۔ وہ اس بے دردی سے مسلمانوں کو مشرک قرار دے رہے ہیں جس کا تصور بھی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ یہ دولت انہیں جناب دہلوی کی عقیدت سے نصیب ہُوئی ہے۔ موصوف نے جس مضمون میں مسلمانوں کے ایمانوں کے ساتھ ہولی کھیلی ہے۔ اس کو ہم تین حصّوں میں پیش کرتے ہیں ملاحظہ کر کے اندازہ کیجئے کہ کتنے بڑے ظلم کا ارتکاب ہے۔

انبیاء اولیاء کے ماننے والوں کو مشرک قرار دیا،،

انبیاء، اولیاء کے ماننے والوں کو ظالم مضمون نگار نے یوں مشرک قرار دیا کہ انبیاء علیہم السّلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ اللہ واحد قہار کی خدائی کے قائل ہو گئے۔ وہاں سے خداؤں کی دُوسری اقسام تو رخصت ہو گئیں۔ مگر انبیاءؑ، اولیاء، شہدا، صالحین، مجاذیب، اقطابؒ، ابدال، علما، مسائخ اور ظل الاہوں کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں اپنی جگہ نکالتی ہی رہی۔ جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان نیک بندوں کو خدا بنا لیا جن کی ساری زندگیاں بندوں

کی خدائی ختم کرنے اور صرف اللہ کی خدائی ثابت کرنے میں صرف ہوئی تھیں [1]

کیا یہ ظلم کی انتہا نہیں

اہل اسلام پوری دنیا کو معلوم ہے کہ انبیاء، اولیاء وغیرہ اللہ کے تمام نیک بندوں کو مسلمان اللہ کا مقبول اور محبوب مانتے ہیں کوئی جاہل سے جاہل بھی انہیں کسی صورت میں خدا نہیں مانتا لیکن آپ نے دیکھ لیا ہے کہ کس بے باکی سے جناب مودودی نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور یہ اس بے باک کا پہلا قدم ہے

کیا یہ ظلم کی انتہا نہیں

کہ تجدید و احیائے دین کا مدعی دیندار اہلِ اسلام کو مشرک قرار دے رہا ہے۔ پھر دوہرہ ظلم یہ کیا کہ اہلِ اسلام کے فاتحہ و زیارت کو مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ دی۔ لکھتا ہے کہ ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ و زیارات، نذر، عرس، صندل، چڑھاوے، نشان علم، تعزیئے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت

---

[1] تجدید و احیائے دین ص ۱۹

تصنیف کرلی گئی۔ تجدیدِ احیائے دین صـ ۱۹ اہلِ اسلام باقی ساری برائیوں سے قطع نظر صرف فاتحہ شریف اور زیارات کو مشرکانہ پُوجا پاٹ کی جگہ رکھنا ہی موصوف کے خارج از دین ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ کُجا قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت فاتحہ مبارکہ اور کُجا مشرکانہ پُوجا پاٹ۔

کرامات کو میتھالوجی کہہ دیا

پھر جو بہت بڑا ظلم کیا ہے وہ یہ ہے کہ بزرگوں کی ولادت و وفات کرامات و اختیارات اور تقرب کو بُت پرستوں کی میتھالوجی کہہ کر دین و اسلام کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا اور لکھا کہ دُوسری طرف بغیر کسی ثبوت علمی کے ان بزرگوں کی ولادت و وفات ظہور و غیاب کرامات و خوارق اختیارات و تصرفات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے تقرب کی کیفیات کے متعلق ایک پُوری میتھالوجی تیار ہو گئی جو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی سے ہر طرح لگا کھا سکتی ہے دکتاب مذکور صـ ۲۰ اہلِ اسلام کُجا بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی اور کُجا اہلِ ایمان کا کرامات و تصرفات و تقرب الٰہی کا قائل ہونا کیا اہلِ اسلام کے ان پاکیزہ معمولات کو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی کے ساتھ متفق کرنا فعل قبیح اور کفر صریح نہیں۔

اس نادان کی نظر میں مشرکوں اور غوث، ابدال، اولیاء کو ماننے والوں کا فرق صرف یہ ہے کہ مشرکین کے ہاں اہلکار علانیہ الٰہ دیوتا

اور اوتار یا ابن اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انہیں غوث، قطب، ابدال، اولیاء، اہل اللہ وغیرہ الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں"۔ صف ۲۰

اہلِ اسلام اس عبارت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ مضمون نگار برائے نام مسلمان، عقائد فاسدہ کا حامل ہے۔ اس لئے اس کے ہم عقیدہ لوگوں نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

مودودی مسلک اہلسنت کے خلاف ہیں

عصمت انبیاء کے مسئلہ میں بھی اہلسنت کے خلاف ہیں۔ مودودی صاحب کے دوسرے عقائد فاسدہ[1] ۔ سہارنپور سے مودودی فتنہ کو مٹا دو۔ مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے۔ مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں۔ مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو[2]

بے اُستاد امیر جماعت اسلامی کی دینی علوم و معارف میں کمزوری اور ناپختہ کاری ہی ایک ایسی مستقل وجہ جس کی بناء پر مودودی جماعت ملّت اسلامیہ کی علمی و دینی قیادت کی اہل ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ امیر جماعت کی مخصوص افتاد طبع اور تعلّی آمیز تنقیدی مزاج نے بھی اِس تحریک کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا۔ صالح تنقید کے نام سے اکابر امت کے خلاف بے اعتمادی اور سوء ظنی کا ایک ایسا دروازہ کھول

لہ ایک تنقیدی نظر مصنفہ قاضی مظہر بالترتیب صد ۲۴، ۷۲، ۸۹

لہ حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد: ا صد ۳۵۶

تصنیف کر لی گئی۔ تجدیدِ احیائے دین ص ۱۹ اہلِ اسلام باقی ساری برائیوں سے قطع نظر صرف فاتحہ شریف اور زیارات کو مشرکانہ پُوجا پاٹ کی جگہ رکھنا ہی موصوف کے خارج از دین ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ کُجا قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت فاتحہ مبارکہ اور کُجا مشرکانہ پُوجا پاٹ۔

کرامات کو میتھالوجی کہہ دیا

پھر جو بہت بڑا ظلم کیا ہے وہ یہ ہے کہ بزرگوں کی ولادت و وفات کرامات و اختیارات اور تقرب کو بُت پرستوں کی میتھالوجی کہہ کر دین و اسلام کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ دیا اور لکھا کہ دُوسری طرف بغیر کسی ثبوت علمی کے اِن بزرگوں کی ولادت و وفات ظہور و غیاب کرامات وخوارق اختیاراتِ و تصرفات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے تقرب کی کیفیات کے متعلق ایک پُوری میتھالوجی تیار ہوگئی جو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی سے ہر طرح لگا کھا سکتی ہے دکتاب مذکور ص ۲۰ اہلِ اسلام کُجا بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی اور کُجا اہلِ ایمان کا کرامات و تصرفات و تقرب الٰہی کا قائل ہونا کیا اہلِ اسلام کے اِن پاکیزہ معمولات کو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی کے ساتھ متفق کرنا فعل قبیح اور کفر صریح نہیں۔

اس نادان کی نظر میں مشرکوں اور غوث، ابدال، اولیاء کو ماننے والوں کا فرق صرف یہ ہے کہ مشرکین کے ہاں اہلکار علانیہ اِلٰہ دیوتا

اور اوتار یا ابن اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انہیں غوث ، قطب ، ابدال ، اولیاء ، اہل اللہ وغیرہ الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں" ۔ صفہ ۲۰

اہلِ اسلام اس عبارت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ مضمون نگار برائے نام مسلمان ، عقائد فاسدہ کا حامل ہے ۔ اس لئے اس کے ہم عقیدہ لوگوں نے اس کے متعلق لکھا ہے ۔

مودودی مسلک اہلسنت کے خلاف ہیں

عصمت انبیاء کے مسئلہ میں بھی اہلسنت کے خلاف ہیں ۔ مودودی صاحب کے دوسرے عقائد فاسدہ[1] ۔ سہارنپور سے مودودی فتنہ کو مٹا دو ۔ مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے ۔ مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں ۔ مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو[2] ۔

بلے استاد امیر جماعت اسلامی کی دینی علوم و معارف میں کمزوری اور ناپختہ کاری ہی ایک ایسی مستقل وجہ جس کی بناء پر مودودی جماعت ملت اسلامیہ کی علمی و دینی قیادت کی اہل ثابت نہیں ہو سکتی تھی ۔ لیکن اس کے علاوہ امیر جماعت کی مخصوص افتاد طبع اور تعلّی آمیز تنقیدی مزاج نے بھی اس تحریک کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ۔ صالح تنقید کے نام سے اکابر امت کے خلاف بے اعتمادی اور سوء ظنی کا ایک ایسا دروازہ کھول

---

[1] ایک تنقیدی نظر مصنفہ قاضی مظہر بالترتیب ص ۲۴ ، ۷۲ ، ۸۹
[2] حاشیہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد : ۱ ص ۳۵۶

دیا۔ جو امت کے لئے انتشار کا باعث بن گیا[1]

ع ہائے سمجھے تھے جسے خضر وہ رہزن نکلا[2]

خلاصۂ عبارات

جس شخص کے متعلق مذکورہ بالا عبارتیں عنوان اور سرخیاں وضع کی گئی ہیں۔ بلاشبہ وہ عصمت انبیاء کا منکر علوم و معارف میں ناپختہ کار اکابر امت سے بدظن، بدترین گمراہ اور اپنی تحریرات کے آئینے میں واقعی ایک راہزن سے کسی طرح کم نہیں۔ مگر اُسے بے اُستاد کہنا میرے نزدیک درجۂ صحت کو نہیں پہنچا۔ اس لئے کہ تنقیدی نظر کے بپیش نظر اگر واقعی موصوف کا کوئی بھی اُستاد نہیں تو پھر بھی مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہٗ اَلشَّیْطَانُ کے وسیع دائرے سے تو اُسے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ عقل سلیم اس بات کی بخوبی شہادت دیتی ہے کہ اولیائے کاملین سے لے کر رب العالمین تک پر جس نے کھلی نکتہ چینی کی ہے۔ بلاشبہ اس کا کوئی بڑا اُستاد ہوگا۔ بہرحال اب ہم اپنے قارئین کو اہلِ اسلام اور مشرکوں میں مساوات پیدا کر کے مسلمانوں کو مشرک بنانے والے بے باک کی خدا پر نکتہ چینی کا منظر دکھاتے ہیں۔

---

[1] تنقیدی نظر ص ۴۹ [2] تنقیدی نظر ص ۶

خُدا پر نکتہ چینی

(۱) جہاں معیارِ اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو۔ ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہوگا۔ اس لئے کہ وہاں ایک معمولی قسم (NORMALTYPE) کے معتدل مزاج اور سلیم الفطرت آدمی کا بھی زنا سے بچنا مشکل ہے کہ وہ غیر معمولی قسم (NORMAL TYPE) کا اخلاقی جُرم ہے اور کوڑوں کی سزا درحقیقت ایسے گندے حالات کے لئے اللہ نے مقرر ہی نہیں کی ہے۔

(۲) اسی پر حد سرقہ کو قیاس کر لیجئے کہ وہ صرف اس سوسائٹی کے لئے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی تصورات اور اصول اور قوانین پُوری طرح نافذ ہوں اور جہاں یہ نظم معیشت نہ ہو وہاں چور کا ہاتھ کاٹنا دوہرا ظلم ہے [۱]

اب دُوسرا پہلو ملاحظہ ہو

خُدا رسُول پر نکتہ چینی کا پہلو یہ تھا جو ذکر ہُوا اب اس کے بالمقابل دُوسرا پہلو ملاحظہ ہو۔

---

[۱] تفہیمات حصّہ دوم ص ۲۸۱

(۱) اللہ کے نزدیک انسان کے لئے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح اور درست ہے۔

(۲) اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے جو ہدایات بھیجی۔ ہر کمی بیشی کے بغیر صرف اس کی پیروی کرنے اسی طرز فکر و عمل کا نام اسلام ہے۔

(۳) اس اسلام کے سوا کسی دوسرے طرزِ عمل کو جائز تسلیم نہ کرے۔[۱]

دو مختلف عبارتوں کا نتیجہ

جناب مودودی کی نکتہ دانی اور موصوف کی دو مختلف عبارتوں کا نتیجہ بلا تکلف ہر عقلمند کے سامنے ہے۔ موصوف نے ایک طرف تو اسلام کی مقرر کردہ حدوں کو واشگاف لفظوں میں ظلم اور دوہرا ظلم قرار دیا ہے اور دوسری طرف نظامِ زندگی اور طرزِ عمل صرف اسلام کو قرار دیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اسلام کے بغیر کوئی طریقۂ حیات اور نظامِ زندگی صحیح نہیں تو بلا شبہ حد زنا اور سرقہ کو ظلم اور دوہرا ظلم قرار دینا صریح کفر ہوا ؛ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اسلامی زندگی کے ایسے نزیں اصول ہیں۔ جن کے بغیر معیشت کا درست ہونا محال ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں کو ظلم قرار دینا بجائے خود ظلم عظیم اور کفر صریح ہوگا۔

---

[۱] تفہیم القرآن جلد اوّل ص ۲۳۹ ، ص ۲۴۰

اور اگر خدانخواستہ یہ دونوں حدیں ظلم اور دوہرا ظلم ہیں (جیسا جو موصوف نے لکھا ہے) تو پھر یہ دونوں ظلم جس اسلام کے اصولوں میں شامل ہیں۔ وہ اسلام صحیح طریقۂ حیات اور نظامِ زندگی کیسے ہوُا۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں حدیں اللہ تعالیٰ اور رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ اگر انہیں ظلم کہا جائے تو پھر اس سے نتیجہ کیا برآمد ہوگا۔ کیا اسلام کا کوئی مدعی یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ خُدا تعالیٰ اور اس کے رسُولِ کریم نے جہان میں ظلم جاری کیا ہے۔

جن لوگوں کو سنگسار کیا گیا اُن کا معیارِ اخلاق کیسا تھا ؟

کوڑوں کی سزا تو پھر بھی ہلکی قسم کی سزا ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو خود نبی کریم کے حکم سے سنگسار کیا گیا تھا۔ ان کا معیارِ اخلاق کیسا تھا۔ کیا ان میں اسلام کے معاشی تصورات قوانین پُوری طرح نافذ تھے۔ آخر وہ لوگ کون تھے۔ اس حقیقت سے آگاہی کے لئے جناب مودودی کی صرف دو سطریں ملاحظہ ہوں اس کے بعد یہودیوں کے لئے کچھ بولنے کی گنجائش نہ رہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے حُکم سے زانی اور زانیہ کو سنگسار کر دیا گیا[۱]

---

[۱] تفہیم القرآن جلد ۱ ص ۴۷۳

مودودی خیال کے لوگوں سے خدا واسطے کا سوال !"

اب رُوئے زمین کے مودودی خیال کے لوگوں سے میرا خدا واسطے کا یہ سوال ہے کہ بقول آپ کے امیر کے جن دو یہودیوں کو نبی کریم کے حکم سے سنگسار کر دیا گیا۔ ان کی نظم معیشت کیسی تھی۔ کیا اس وقت کا یہودی معاشرہ صحیح تھا۔ وہ ناجائز تعلقات کو معیوب سمجھتے تھے۔ اگر ایسا نہیں تھا اور یقیناً نہیں تھا تو پھر ان کو سنگسار کرنا ظلم تھا یا عدل یہ حکم اسلامی تھا یا غیر اسلامی اگر اس ناپاک معاشرے پر یہ حکم ظلم اور غیر اسلامی تھا تو وہ اسلام اور ہدایت کون سی ہے۔ جس کی وہ پیروی کو آپ کے امیر نے کسی کمی بیشی کے بغیر ضروری قرار دیا ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے طرزِ عمل کو تسلیم کرنا جائز نہیں رکھا۔ اور اگر وہ سنگساری عدل و انصاف اور عین اسلامی حکم کے مطابق عمل میں آئی تھی تو پھر آپ کے امیر کا حدِ زنا کو ظلم کہنا خود ظلم و بے دینی ہوئی یا نہ حد قذف اور چوری وغیرہ کی سزا بھی جب خدا اور رسولِ خدا کے حکم سے ہے تو پھر اُسے ظلم یا دوہرا ظلم لکھنا خدا تعالیٰ اور رسولِ اکرم پر بے جا نکتہ چینی ہوئی یا نہ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر میں یہ بات پوچھنے

میں بلاشبہ حق بجانب ہوں کہ جو نادان اللہ تعالیٰ، رسولِ کریم اور اسلام کے احکام کو ظلم قرار دے۔ اس کے ایمان و اسلام کی پوزیشن کیا ہوگی۔ نیز جو کچھ آپ لوگوں کے امیر نے لکھا ہے۔ کیا اُس کا صاف مطلب یہی نہیں کہ اسلامی شرعی حدیں او باش زانی شرابی، چور لوگوں خراب معاشرے اور گندی سوسائٹی کے لئے نہیں۔ یہ صرف صالح معاشرے اور اِن لوگوں کے لئے ہیں جن میں اسلام کے معاشی اصول پُوری طرح نافذ ہوں۔ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو پھر بُرے معاشرے کی اصلاح کا کیا طریقہ ہوگا۔ کیا بُرے معاشرے کی اصلاح کی ضرورت ہے بھی یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر جن لوگوں میں نبیٔ کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کی بعثت ہوئی تھی۔ ان کی نظم معیشت کیسی تھی۔ کیا اِن میں اسلام کے معاشی اصول و قوانین پوُری طرح نافذ تھے اگر نہیں تھے تو اِن پر یہ حدیں کس ضابطے کے تحت نافذ کی گئی تھیں۔ کیا آپ کے امیر کی تحریر کے مطابق اس زمانے میں جاہلیتِ خالصہ اور ہر قسم کی بداخلاقی ان میں موجود نہ تھی۔ کیا اِن بداخلاق لوگوں میں حدود کا نافذ کرنا ظلم تھا یا عدل اور اگر ظلم تھا تو اس کا آغاز کس نے کیا۔ اگر ظلم نہیں اور بلاشبہ نہیں تھا تو جس بے باک نے دین و ایمان کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اس کو ظلم قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے۔ امید ہے کہ جماعت کے مخلص کارکن

دیانت کے اصولوں کے پیشِ نظر ہمارے اس سوال پر بخوبی غور فکر کرکے ہمیں ایسے جواب سے مسرور فرمائیں گے۔ جس سے عظمتِ کبریا و حبیب کبریا و شوکت اسلام بھی برقرار نظر آئے اور جماعت کے امیر کے متعلق اہلِ اسلام کو جابجا شکوہ ہے وہ بھی رفع ہو جائے اگر ہماری توقع پُوری نہ کی گئی تو ہم یہ سمجھنے میں بحق جانب ہوں گے کہ جماعت اسلامی کے امیر نے اپنی کتابوں کے ذریعے اسلام کی خدمت نہیں کی بلکہ اسلام کے رُوپ میں اسلام کی محکم ترین بُنیادوں کو پُوری طرح اُکھیڑنے کی ہر ممکن کوشش کرکے اسلام کے دشمنوں کی خوشنودی حاصل کی ہے اور اس کے عوض میں اِن سے نقدی انعام وصول کیا ہے۔ پھر موصوف کے بعد جماعت کے باقی ماندہ افراد بھی بدستور اِسی راہ پر گامزن ہو کر اسلامی اصولوں اور اسلامی معاشرے میں حتی الامکان پُوری راہزنی سے کام لے کر اپنے مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کر رہے ہیں، ورنہ جس ظالم امیر نے اہلِ اسلام کا رشتہ جابجا کفار و مشرکین اور بُت پرستوں کے ساتھ جوڑا ہے اور نہایت بے دردی سے انبیاء، اولیاء، قطب، ابدال، اوتاد وغیرہ۔ محبوبانِ خدا کو اہلِ اسلام کا خُدا قرار دیا ہے۔ اس کی اتباع میں اشاعت اسلام کے بلند بانگ دعوے کیسے اور ان کی حقیقت کیا ہے؟

اہلِ اسلام کو بلا وجہ مُشرک بنانے کی پھٹکار

ہم زیرِ عنوان دہلوی کا ایک اور مشرک گر غلام جناب مودودی کی تین ایسی لمبی چوڑی عبارات نقل کر چکے ہیں جن میں بلا دلیل محض خبث باطن اور اسمٰعیل وہابی بدترین تعلیم کے تحت اہلِ اسلام کو واشگاف الفاظ میں مشرک کہا گیا ہے اور اِن کے ہر اسلامی عمل کو مشرکوں کے معمولات کے ساتھ مناسبت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ جس کا صِلہ موصوف کو یہ ملا ہے کہ توحید کا بہت زیادہ مدعی ہونے کے باوجود خود ایسے کفر کی لپیٹ میں آگیا جس سے اس کے تمام تر عقیدتمند ساری کوششوں کے باوجود اُسے نہیں نکال سکتے۔ فقیر کے ناقص خیال میں جماعت کے امیر پر اہلِ اسلام کو بلا وجہ مشرک بنانے کی یہ پھٹکار پڑی ہے۔ اس لئے کہ موصوف نے اپنی اِن ناپاک عبارات میں نہ تو کسی کم درجے والے مسلمان کو معاف کیا ہے۔ اور نہ ہی کسی غوث، قطب، ابدال بلکہ اُونچے سے اُونچے درجے والے کو اور یہ اصُول ہے کہ ؎

چُوں خُدا خواہد کہ پردۂ کس درد ✻ دلش اندر طعنۂ پاکاں زند

کہ جب خُدا تعالیٰ کسی بدبخت کی پردہ دری فرمانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دِل میں پاک باز لوگوں پر طعنہ زنی کرتا ہے تو اِس کے دل میں پاک باز لوگوں پر طعنہ زنی کی محبّت پیدا کر دیتا ہے؛ چنانچہ ایسا ہی معاملہ امیرِ جماعت کو درپیش آگیا اور مسلمانوں کو مشرک بنانے والے بے باک

نے کھلے الفاظ میں غیر خدا کی پوجا کرنے والے کو خدا کا تسبیح خواں ثابت کر دیا۔

انوکھی توحید

موصوف نے لکھا ہے۔ انسان خواہ خدا کا قائل ہو یا منکرِ خدا کو سجدہ کرتا ہو یا پتھر کو خدا کی پوجا کرتا ہو یا غیر خدا کی جب وہ قانون فطرت پر چل رہا ہے اور اس قانون کے تحت ہی زندہ ہے تو لامحالہ وہ بغیر جانے بوجھے بلا عمد و اختیار طوعاً و کرھاً خدا ہی کی تسبیح کر رہا ہے۔ اسی کی عبادت میں لگا ہوا ہے[۱] یہ ہے وہ انوکھی توحید دنیا بھر میں امیرِ جماعت کے بغیر جس کا کوئی قائل نہیں۔ فقیر کے ناقص خیال میں کوئی بھی عقلمند اس بات کا قائل نہیں کہ غیر خدا کی پوجا اور پتھر کو سجدہ کرنے والا فطرت پر چل رہا ہے اور وہ خدا ہی کی عبادت میں لگا ہوا ہے۔ اگر ایسا ہو تو پھر کفار مشرکین فطرت پہ کاربند ہوئے اور اس عمل کی بناء پر وہ قابلِ ستائش ہوئے نہ کہ قابل مذمت اور جب نوبت بایں جا رسید تو پھر انبیاء، اولیاء، شہداء وغیرہ کو ماننے والوں پہ یہ بدترین تہمت لگانے کے کیا معنی کہ جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر نیک بندوں کو خدا بنا لیا۔ مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ

---

[۱] تفہیمات ج: ۱ صفحہ: ۴۳

فاتحہ زیارات نذر عرس الخ کی ایک نئی شریعت تصنیف کر لی گئی وغیرہ۔ ذٰلِكَ مِنَ الهفوات۔

خلاصہ کلام

یہ ہُوا کہ جناب مودودی ایک طرف مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر خود شرک میں پھنس گئے اور دُوسری طرف غیر خُدا کی پُوجا کرنے والوں کو فطرت پر چلنے والا کہہ کر خود کفر کی لپیٹ میں آ گئے۔ مسلمانوں کو تو جان بوجھ کر مشرک بنایا تھا، لیکن پتھروں کو سجدہ کرنے والوں کو نادانی میں فطرت پر چلنے والوں میں شمار کر دیا ہ

سچ ہے خُدا جب دین لیتا ہے ؛ حماقت آ ہی جاتی ہے

برادرانِ اسلام ناچیز کے ناقص خیال کے مطابق امیرِ جماعت پر یہ ہر قسم کی پھٹکار دینِ اسلام، بزرگانِ دین سید المرسلین اور خود رب العالمین پر نکتہ چینی کی بناء پر پڑی ہے۔ خدا رسُول اور دینِ اسلام پر نکتہ چینی کا منظر تو ہمارے قارئین دیکھ چکے ہیں۔ اب دیگر بزرگانِ دین پر نکتہ چینی اور ان سے بدظن کرنے کی بدترین کوشش ملاحظہ ہو۔

بزرگانِ دین سے بدظن کرنے کے لئے پہلا قدم ،،

بزرگانِ دین سے بدظن کرنے کے لئے پہلا قدم موصوف نے

یوں اُٹھایا۔ میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن و سُنّت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اس لئے کبھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے۔ یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں[1]

دُوسرا قدم

اگر کسی شخص کے احترام کے لئے ضروری ہے کہ کسی پہلو سے اس پر تنقید نہ کی جائے تو ہم اس کو احترام نہیں سمجھتے بلکہ بُت پرستی سمجھتے ہیں[2]

تیسرا قدم

میں نہ مسلک اہلحدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں[3]۔

چوتھا قدم

قرآن وسُنّت رسُول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر قرآن وحدیث

۱؎ روداد اجتماع، ج: ۳، صفحہ: ۲۷ + جماعت اسلامی ص ۴

۲؎ جماعت اسلامی ص ۸۱ ۳؎ رسائل ومسائل ج: ۱، ص ۱۸۵، جماعت اسلامی ص ۱۶

کے پرانے ذخیرے سے نہیں لے[1]

پانچواں قدم

حقیقت یہ ہے کہ عامی لوگ نہ کبھی عہد نبوی میں معیاری مسلمان تھے اور نہ اس کے بعد ان کو معیاری مسلمان ہونے کا فخر حاصل ہوا[2]

چھٹا قدم

میں خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کو غلط تصور کرتا ہوں۔ بڑے بڑے مشاہیر امت کا کامل الایمان ہونا میری نظر میں مشتبہ ہوگیا ہے[3]

ساتواں قدم

رسول خدا کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو[4]

---

[1] تنقیحات صہ ۱۱۴ [2] تفہیمات صہ ۳۱۰
[2] زندگی اکتوبر صہ ۴۹ بحوالہ دیوبندی نشریات
[3] جماعت اسلامی صہ ۸۰
[4] ترجمان القرآن منصب رسالت نمبر صہ ۱۵

بزرگانِ دین سے بدگمان کرنے کی وجہ خود بتادی

اہلِ قرآن کے بنیادی مفاسد گنتے ہوئے لکھا۔ اُمت کے تمام فقہاء محدثین مفسرین اور ائمہ لغت کو ساقط الاعتبار قرار دینا تاکہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے ان کی طرف رجوع نہ کریں[۱]

مندرجہ بالا صفحات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ امیر جماعت اسلامی نے مخلوق خدا کو خدا تعالیٰ رسُول کریم مشاہیر اُمت، حنفیت و شافعیت اور پُرانے مفسرین و محدثین سے بدظن کرنے کے سلسلے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ موصوف اس سلسلے میں اپنے حریف بدنام فرقے نام نہاد اہلِ قرآن سے بھی اسی عمل میں بازی لے گئے جس کی وجہ سے خود اس فرقے کو گمراہ اور گمراہ کن قرار دیا تھا ہمیں اس سے غرض نہیں کہ جس بدعملی پہ موصوف تادمِ زندگی خود کاربند رہے اسی کی بناء پہ دوسروں کو بے جا یا بجا طور پہ مطعون کرنے کے کیا معنیٰ۔ ہم نے تو دیکھنا صرف یہ ہے کہ صحابۂ رسُول کریم سے لے کر مشاہیر صلحائے امت کی غلامی سے آزادی کی بزورِ خوشی حاصل کر کے اس کے صلے میں آخر جناب مودودی نے کیا پایا۔ اہلِ اسلام جب اس معاملہ میں ہم نے تھوڑی سی توجہ کی تو بلا تامل تام ہم خود اس نتیجے پہ پہنچے کہ

امیر جماعت کو صحابۂ کرام اور صلحائے امت پر بے جا نکتہ چینی کی سزا بارگاہِ ایزدی سے یہ ملی ہے کہ صحابہ کرام اور کاملین فقہاء محدثین و مفسرین کی قابل قدر غلامی سے آزاد ہو کر شاہ اسمٰعیل دہلوی اور اس کے نادان پیر سید صاحب کی غلامی کے زنجیروں میں ہمیشہ کے لئے جکڑا گیا اور پوری دنیائے اسلام کے صلحاءؔ و اتقیاء سے رو گرداں ہو کر صرف مندرجہ بالا دو افراد اور ان کے تابع چلنے والوں کا خطبہ اس طرح پڑھنا شروع کیا۔ سید صاحب اور شاہ شہید نے صلحاؔ و اتقیا کا جو لشکر فراہم کیا اس کے حالات پڑھ کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرنِ اوّل کے صحابہ و تابعین کی سیرتیں پڑھ رہے ہیں اور یہ خیال کر کے ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہم سے اس قدر قریب زمانہ میں اس پایہ کے لوگ ہو گزرے ہیں [۱]

جناب مودودی کے صلحاء کے لشکر کا مختصر تعارف

سوال نمبر ۲۴۷ مولوی اسمٰعیل دہلوی مولٰنا محمد قاسم نانوتوی مولوی اشرف علی (تھانوی) مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی

---

[۱] تجدید و احیائے صـ ۱۱۸

خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو گستاخانہ عبارتیں لکھی ہیں۔ ان کی وجہ سے ان پر کفر کا حکم لگایا جائے یا نہیں۔ (مستفتی محمد ایوب الرحمٰن خطیب جامع مسجد سبزی منڈی خانیوال مغربی پاکستان)

الجواب: اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں سے جو بعض اقوال صادر ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً کفر ہیں لیکن اب جبکہ یہ لوگ انتقال کر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ توبہ کی یا نہ کی اور ان کی عاقبت کیسی ہوئی ہے۔ اس لئے میرے نزدیک ان کے حق میں سکوت بہتر ہے **البتہ جو شخص ان عبارتوں کا قائل ہو یقینا کافر ہے**"

محمد مظہر اللہ غفرلہ امام مسجد جامع فتحپوری دہلی ۱۴۔ اگست ۱۹۵۷ء[1]

یہ ہے جناب مودودی کے شہید کا لشکر

جس لشکر کے حالات پڑھ کر جناب مودودی دنگ رہ گئے۔

اس کا مختصر تعارف یہ تھا جو ایک غیر جانبدار نہایت ہی بزرگ عالم دین کے الفاظ میں ہمارے قارئین کرام تک پہنچا۔ اب یہ ذمہ داری قارئین کرام پر ہے کہ وہ خود مکمل غور و فکر کے بعد نتیجہ نکالیں کہ جناب مودودی نے صحابہ کرام اور کاملین اسلام کا دامن چھوڑ

---

[1] فتاویٰ مظہری ص ۳۷۴

کر اور ان پر بے جا تنقید کر کے کیا کھویا اور کیا پایا ؟

فقیر کے ناقص خیال کے مطابق تو جناب مودودی کی جدت پسندی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں مشہور گستاخی کرنے والوں سے عقیدت اور اکابرین امت صحابۂ کرام وغیرہ کی غلامی سے آزادی کا دم بھرنے اور اس پر فخر کرنے پہ جتنا بھی افسوس کیا جائے اتنا ہی کم ہے، کیونکہ موصوف کا بزرگان دین سے لے کر خدا تعالیٰ تک جا بجا تنقید کرنا بلاشبہ اس شعر کا آئینہ دار معلوم ہوتا ہے۔

؎ قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاء اللہ
مگر افسوس کہ مسلمان نہ رہے

بہر حال فقیر اس سلسلۂ کلام کو انہی الفاظ پر ختم کرتا ہے اور جناب مودودی کے متعلق اگر مزید کوئی وضاحت مطلوب ہو تو ہماری معرکتہ الآراء تصنیف سیف جدید کا مطالعہ کیجئے۔

تبلیغی جماعت کے چند بنیادی مقاصد کا بیان"

جماعتِ اسلامی کے عقائد و نظریات اور اس کے امیر کا سلسلۂ طریقت شاہ اسمٰعیل کے واسطے سے محمد بن عبدالوہاب نجدی تک بخوبی پہنچ جانے کے بعد بہت ہی سکین صورت تبلیغی جماعت کے چند بنیادی مقاصد کچھ عقائد اور باعث حیرت کارنامے ملاحظہ ہوں، کیونکہ ہر کام کی کوئی نہ کوئی غرض و غائت ہوتی ہے۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ اس مسکین جماعت کے گشت اور چلّوں کی غرض و غایت یہی نماز وغیرہ کی ترویج ہے یا مقصد کچھ اور ہے جس تک پہنچنے کے لئے نماز اور دین کی آڑلی جارہی ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف لسانِ ملت علامہ ارشد القادری صاحب نے امیر جماعت جناب محمد یوسف کے ایک پُراسرار خط کے ذریعہ سے کیا ہے جو اُنہوں نے اپنے ایک مخلص عبدالتوحید جمشید پور کے جواب میں لکھا تھا۔

امیر جماعت کا خط

: عنایت نامہ پہنچا احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی جواباً عرض ہے

حضرت مولانا الیاس صاحب نے جو تبلیغی کام جو شروع فرمایا اور سارے عالم کے نہ صرف مسلمانوں کو دعوت دینے کی نیت فرما کر جاری فرمایا اس کے بنیادی اصول اگر سامنے ہوں تو اس کام کے کرنے میں ذرا دقت محسوس نہ ہو۔ اعتراضات تو کئے ہی جاتے ہیں۔ مگر اعتراضات کے جواب میں پڑنے سے اپنا کام نہیں چلتا ہے اور جن کا جواب دیتے ہیں۔ وہ اس کام سے کٹ جاتے ہیں۔ ہمارا تبلیغی کام صرف عمل صالح کے لئے نہیں ہے بلکہ اوّل یہ ایمانی تحریک ہے۔ بعد میں اعمال صالح کی تحریک ہے۔ اب تک بیس پچیس سال کے تجربہ سے یہی معلوم ہُوا ہے کہ شرکیہ رسموں اور گناہوں کے چھیڑنے سے لوگ رسموں اور گناہوں کو چھوڑتے نہیں ہیں، لیکن ان کو ساتھ لے کر جماعتوں میں پھرایا جائے اور ان کے سامنے کلمہ طیبہ کا صحیح مطلب اور مطالبہ سامنے آتا رہے تو رسموں اور گناہوں کو خود بخود چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ہمارا تجربہ ہے اس کو کیسے جھٹلا دیں۔ اختلافی چیزوں کو ہم اس لئے نہیں چھیڑتے کہ سب کو اس کام میں لگانا ہے۔ یہ باتیں خطوط میں لکھنے کی نہیں ہیں۔ یہاں مرکز میں رہنے سے سمجھ میں آجاتی ہیں۔ لہٰذا ایک جماعت اہلِ بصیرت اور سمجھدار لوگوں کی بھیجئے تاکہ وہ یہاں کے کام کی اصل ساخت کو سمجھ سکیں اور میوات میرٹھ کے کام میں لگ کر کام کو صحیح اصولوں پہ سیکھ کر اپنے یہاں کام چلا سکیں والسلام!

بندہ محمد یوسف بقلم محمد عاشق الٰہی [1]

[1] تبلیغی جماعت ص ۱۲۳

خط کا خلاصہ

بلا تکلّف اس خط کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تحریک عمل صالح یعنی نماز روزے کی ترویج کے لئے نہیں چلائی گئی بلکہ اس کی غرض کچھ اور ہے جو مرکز میں رہنے کے بغیر سمجھ نہیں آسکتی جماعتوں میں پھرانے سے جو غرض بھی اسے بخوبی واضح کر دیا شرکیہ رسموں سے کیا مُراد ہے اس کا بیان آئندہ کسی جگہ ہو گا۔

قائدِ اوّل نے اِس تحریک کی جو غرض و غایت بتائی وہ یہ ہے :

میاں ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پایا نہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے میں بقسم کہتا ہوں کہ تحریک صلوٰۃ نہیں ایک دن بڑی حسرت سے فرمایا کہ میاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔[1]

غرض و غایت اور مقصد و مدعا کا پُورا اظہار

ایک بار فرمایا حضرت مولانا تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے۔

---

[1] دعوت مولوی محمد الیاس صلا

بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم اُن کی ہو اور طریقۂ تبلیغ میرا ہو کہ اِس طرح اُن کی تعلیم عام ہو جائے گی [۱]

تھانوی تعلیمات پھیلانے کی کوشش

(فرمایا کہ) حضرت تھانوی سے تعلق بڑھانے حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات حقّہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے اور اُن کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔[۲]

مقصد کی ترغیب میں اضافہ

تھانوی سے محبت کی دعوت

حضرت تھانوی سے منتفع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اُن کی محبت ہو اور اُن کے آدمیوں سے اور اِن کی کتابوں سے منتفع ہُوا جائے ان کی کتابوں سے علم آئے گا اور اُن کے آدمیوں سے عمل [۳]

---

[۱] ملفوظات ص ۵۷ [۲] ملفوظات ص ۶۷

[۳] مکاتیب الیاس ص ۱۳۸

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھا

گو جناب تھانوی سے محبت اُن کی کتابوں اور اُن کے آدمیوں سے نفع حاصل کرنے کی کہانی تو جناب الیاس کی زبانی بیان ہو گئی ہے، تاہم کوئی یہ نہ سمجھے کہ تبلیغی جماعت کے ذمہ صرف تھانوی تعلیمات کا عام کرنا ہے۔ اس لئے کہ جناب تھانوی گو دیوبندی اُمت کے حکیم ہیں لیکن پھر بھی وہ چھوٹے میاں ہیں اور جو بڑے میاں ہیں وہ تو جناب گنگوہی ہیں تو پھر لامحالہ اِن کی تعلیم کا عام کرنا اُن کی تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہُوا۔

رائے ونڈ سے گنگوہ تک

رائے ونڈ سے نئی قوم پیدا کرنے کی تحریک چلی۔ تھانہ بھون سے اسے نفع ملا اور پھر یہ سلسلہ گنگوہ تک جا پہنچا۔ یہاں تک کہ امیر جماعت کو بر ملا یہ خُطبہ دینا پڑا۔ حضرت گنگوہی اِس دور کے قطب ارشاد اور مجدد تھے اور مجدد کے لئے ضروری نہیں کہ سارا تجدیدی کام اسی کے ہاتھ پر ظاہر ہو بلکہ اِس کے آدمیوں کے ذریعہ جو کام ہو وہ سب بھی بالواسطہ اسی کا ہے[1] گویا میاں الیاس کا کام بھی ان کے مجدد ہی کا ہے۔

---

[1] ملفوظاتِ الیاس ص ۱۲۳

جناب تھانوی کا بڑا کام ،
جناب گنگوہی کا تجدیدی کام ،،

پہلا بڑا کام : حضرت نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا دیکھیے میرا مادۂ تاریخی مکرِ عظیم ٹھیک ہے یا نہیں۔ میں آخر شیخ زادہ ہوں۔ شیخ زادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں مجھے بھی فطرتیں بہت آتی ہیں [۱]

دوسرا بڑا کام : خواجہ عزیز الحسن نے لکھا ہے کہ ایک بار میں نے شرماتے لجاتے حضرت (تھانوی) سے عرض کیا کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا۔ حضور کے نکاح میں اِس اظہارِ محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لے گئے یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملے گا، ثواب ملے گا [۲]

تیسرا بڑا کام : جناب احمد سعید اکبر آبادی رکن مجلسِ شوریٰ دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں ۔

---

[۱] حسن العزیز ج : ۱ صـ ۱۳ مرتبہ خواجہ عزیز الحسن

[۲] اشرف السوانح ج : ۲ صـ ۸۲

اپنے معاملات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض و مسامحت کرنے کی مولانا میں جو خو تھی اس کا اندازہ اِس ایک واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ ہر چند کلمہ تشہد صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں، لیکن ہر بار ہوتا یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکہ ہے تم فوراً توبہ کرو اور استغفار کرو لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت محبت ہے یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے [1]

احمد سعید دیوبندی کی حق گوئی

جناب احمد سعید اِس واقعہ کے بیان میں حق گوئی کی بنا پر بلاشبہ قابلِ آفرین ہیں (کیونکہ دیوبند سے ادنیٰ نسبت رکھنے والے سے بھی ایسی حق گوئی کی توقع نہیں کی جاسکتی وہ لوگ خدا تعالیٰ، رسولِ کریم اور بزرگانِ دین کے متعلق تو سب کچھ کہنے کے عادی ہیں، لیکن اپنے بزرگوں تھانوی وغیرہ کے متعلق کچھ کہنا تو درکنار کسی کی حق گوئی سُننا بھی گوارا نہیں کرتے) لیکن اس کے باوجود انہوں نے واقعہ کے بیان میں چشم پوشی کی ہے۔

---

[1] ماہنامہ برہان دہلی فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۰۷

ورنہ واقعہ صرف خواب تک محدود نہ تھا بیداری میں جو کچھ ہُوا اس سے تو شیطان نے بھی پناہ مانگی ہوگی پھر جناب تھانوی کے جواب کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ موصوف کا تاریخی مادہ مکرِ عظیم بالکل ٹھیک نکلا۔

بیداری کا کارنامہ

حالت خواب اور بیداری میں حضور (تھانوی) کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہُوا کہ اس خیال کو دل سے دُور کیا جاوے۔ اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دُوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں۔ اللھم صلّ علیٰ سیّدنا ونبینا و مولانا اشرف علی؛ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں الخ

جواب اس واقع میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سُنّت ہے۔[۱]

بڑے کام کا خلاصہ

بڑے کام کی تفصیل کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔ مگر میں اختصار کے

---

[۱] الامداد بابت صفر ۱۳۳۶ھ ص

پیشِ نظر اپنے قارئین کو صرف انہی واقعات پر بار بار بخوبی غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ ہمارے قارئین بلاتردد اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ مریدوں نے بھی اظہار محبت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن بے نظیر مُرشد کا تو کیا ہی کہنا پھر خواجہ صاحب کی خواہش بھی قابل داد ہے جس کا اظہار انہوں نے شرمانے کے باوجود بھی کر ہی دیا۔ آخر دل میں بار بار خیال آنا بھی تو کوئی معمولی بات نہیں۔ ضرور کچھ نہ کچھ دیکھا ہوگا۔ اور مُرشد کا ہنس کر فرمانا کہ ثواب ملے گا۔ کس قدر معنی خیز ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مریدوں کے ساتھ ان کا ایک خاص قسم کا تعلق تھا۔ مُرید جس قسم کی خواہش لے کر آتے آپ اُن کی فرد وحوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ پھر خواجہ صاحب کو جس چیز کا بار بار خیال آیا۔ وہ بھی صرف اُن کا حصّہ اور اُن کے مُرشد کا فیض تھا۔ ورنہ اُمتِ محمدیہ میں ایسا پست تصور تو کسی مسلمان کے تصور میں بھُول کر بھی نہیں آسکتا۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جناب تھانوی مسرور ہو کر ہنسے تو وہ بھی بے اختیار تھے اور اُن کے مُرید نے بیداری میں انہیں سیدنا ونبیّنا و مولانا اشرف علی کہہ کر درود پہنچایا۔ تو وہ بھی بے اختیاری میں مجبور ہو کر خواجہ صاحب نے اپنی مخصوص خواہش کا اظہار کیا تو وہ بھی لازماً بے اختیاری کی حالت میں ہوگا۔ اس لئے کہ ان ساری باتوں میں ایسی تو کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی جسے کوئی برائے نام مُسلمان بھی اختیار کی حالت میں پسند کرے تو اُس سے یہ اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ یہ چھوٹے بڑے بیچارے سب بے اختیار ہیں۔ لہٰذا جناب

تھانوی نے اپنے درود خوان کو جو جواب دیا تھا وہ بھی بے اختیاری کی حالت میں ہوگا مگر احمد سعید نے اس خیال کو خام کر دیا کہ یہاں بے اختیاری کا سوال نہیں۔ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی وہ کلمہ کفر تھا جس کے جواب میں جناب تھانوی نے اغماض و مسامحت سے کام لے کر بات آئی گئی کر دی اور کلمہ کفر کے قائل کی خوب حوصلہ افزائی کی تو پھر اس صورت میں جناب تھانوی کے تقدس میں کوئی فرق پڑتا ہے یا اِن کی تعلیمات اِسی طرح پھیلانے کے قابل رہتی ہیں اور دیوبندی تو ممکن ہے کہ اس بارے میں کوئی فتویٰ صادر کرنے کے سلسلے میں بے اختیار ہوں یا جواب اُن کی سمجھ میں نہ آیا ہو، لیکن جناب احمد سعید جن پر جواب روشن ہو گیا تھا۔ اُنہوں نے خود تھانوی کے بارے میں چشم پوشی اور اغماض سے کیوں کام لیا۔ آخر اُن کی نگاہ پر کس چیز نے پردہ ڈال دیا۔ کیا ایسی صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ کہنا دُرست نہیں۔ ؎

وہ عشرت موت ہے یا رب جو نظر پر ڈال دے پردے
وہ اُلفت قہر ہے جو دل کو تجھ سے بے خبر کر دے

اھلِ اسلام

اگر کوئی انسان ذرا بھر توجہ سے کام لے تو ضرور اس نتیجے پر

پہنچ جائے گا کہ بلاتخصیص ہر دیوبندی کی نظر پہ تھانوی، گنگوہی، دہلوی نانوتوی وغیرہ کی بے جا اُلفت کا اِس قدر غلیظ پردہ پڑا ہوا ہے کہ اُس نے اُن کو خوفِ خدا سے پوری طرح بے خبر کر دیا ہے۔ پھر ان میں سے تبلیغی جماعت اور بھی آگے نکل گئی۔ جس نے احکامِ خداوندی اور ارشاداتِ نبوی کی تعلیمات کے بجائے تھانوی وغیرہ کی تعلیمات کو عام کرنے کا تہیا کر لیا ہے۔

اس لئے کہ انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔ اس بڑے کام کی ایک ادنیٰ جھلک یہ تھی۔ اب ذرا تعلیمات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

تھانوی تعلیمات کا نمونہ

عقیقہ، ختنہ و بسم اللہ کے مکتب میں جمع ہونا یہ سب ترک کر دو نہ اپنے گھر کرو نہ دوسرے کے یہاں شریک ہو۔ غمی میں تیجا، دسواں، چالیسواں وغیرہ شب برات کا حلوہ یا محرم کا تہوار خود کرو نہ دوسرے کے یہاں جا کر ان کاموں میں شریک ہو[1] کہیں بیاہ، شادی، مونڈن چلّہ، چھٹی، عقیقہ، منگنی، چوتھی وغیرہ میں مت جاؤ۔ نہ اپنے یہاں کسی کو بلاؤ۔ بہشتی زیور ایک کتاب ہے۔ اس کو یا تو پڑھ لو یا سُن لیا کرو اور اس پر چلا کرو[2]۔ یہ تھا چھوٹے میاں کی تعلیم کا ایک نمونہ

---

[1] قصد السبیل ص ۲۵ [2] قصد السبیل ص ۲۶

اب دیوبندی مجدّد اور بڑے میاں کے چند تجدیدی کارنامے ملاحظہ ہوں۔

تجدیدی کارنامے

یہ مضمون گزر چکا ہے کہ بقول میاں الیاس دیوبندی امت کے مجدّد جناب گنگوہی ہیں۔ امکانِ کذب وغیرہ اِن کے کئی تجدیدی کارناموں پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔ تاہم موصوف کے فتاویٰ رشیدیہ کی فہرست سے ان کے چند دیگر تجدیدی کارناموں پر نظر ڈال لیجئے۔

۱ : وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی مشابہ بہ شرک ہے۔
۲ : غیر اللہ کے لئے علمِ غیب کا اعتقاد کفر ہے۔
۳ : غیر اللہ کے لئے علم غیب شرک ہے۔
۴ : یا رسول اللہ عقیدۂ غیب کے ساتھ کہنا کفر ہے۔
۵ : طوافِ قبر وغیرہ میں احتمال شرک ہے۔
۶ : رسول کے لئے علم غیب کا معتقد کافر ہے۔
۷ : صلوٰۃِ غوثیہ ناجائز و بدعت ہے۔
۸ : عُرس ہر حال بدعت ہے۔
۹ : مروجہ مجلسِ میلاد بدعت ہے۔
۱۰ : مجالس بدعت میں شرکت حرام ہے۔
۱۱ : جمعرات کو فاتحہ بدعت ہے۔
۱۲ : تیجہ رسُوم ہنود سے ہے۔

۱۳ : کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا بدعت ہے۔

۱۴ : عیدین میں معانقہ بدعت ہے۔

۱۵ : خُطبہ عیدین کے اوّل آخر دُعا بدعت ہے۔

۱۶ : آذان بعد دفن قبر پہ بدعت ہے۔

۱۷ : محرم میں تمام رسوم بدعت ہیں۔

یہ ہیں وہ کارنامے جن کی تکمیل کے لئے یہ جماعت وجود میں آئی ہے۔ امیرِ جماعت نے جن شرکیہ رسموں کو چھڑانے کے لئے چلّے اور سُنت کی احادیث بیان کی تھی۔ ان کی فہرست اس سلسلہ کے مجدّد نے مرتب کر رکھی تھی۔ جس میں باتیں یہ تھیں۔ پھر اسی دولت کو گھر گھر پہنچانے کے لئے بانیٔ جماعت نے کمر باندھی اور جب وہ دم توڑ گئے تو پسماندگان کو یہ عظیم ورثہ ملا۔ اب ان کی نظر میں اِن کے مخصوص ہم عقیدہ گروہ کے علاوہ شاید ہی کوئی مسلمان ہو۔

یہ جو شور بپا ہے۔ غور کیجئے اس کی حقیقت کیا ہے؟

مذکورۃ الصدر سترہ حوالوں کے علاوہ پوری فتاویٰ رشیدیہ بہشتی زیور، الشہاب الثاقب اور تقویۃ الایمان وغیرہ پر صرف سرسری نظر کرنے سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ جو شور بپا ہے کہ بریلوی

حضرات لوگوں کو کافر و مشرک کہتے ہیں ۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں اور
اس کے مقابلے میں سہارنپور اور دیوبند سے تعلق رکھنے والے یا ان کے
پیشواؤں کی مذکورہ بالا باقی کتابیں تو درکنار صرف فتاویٰ رشیدیہ
کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ کفر و شرک اور بدعت کی دولت
اس گھر میں خوب کثرت سے تھی ۔ پھر اس کی تقسیم میں اس سلسلہ کے
راہنماؤں نے ذرہ بھر بُخل سے کام نہیں لیا ۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اپنا
گناہ دوسروں کے سر تھوپ کر خود تماشا بین بن گئے ۔ اور چیلوں کو
گلی کوچوں میں گشت کا حکم دے کر یہ سبق سکھا دیا کہ ہم تو کسی کو کچھ
بھی نہیں کہتے ۔ ہم تو صرف دین کی باتیں کرتے ہیں ۔ ارے جہاں کچھ کہنے
کی نوبت تو تب آتی جب جناب دہلوی اور گنگوہی وغیرہ نے کچھ کہنے میں
میں کوئی کمی چھوڑی ہوتی ۔ جب یہ فریضہ وہ پُوری طرح انجام دے گئے
ہیں تو اب پسماندگان کو زیادہ کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے ۔ کفر و شرک
کی دولت کو تو وہ عام کر گئے ہیں ۔

لفظ رحمۃ للعالمین

آقائے نامدار کے اس خصوصی لقب کے متعلق پہلے بحث ہو چکی
ہے ۔ اب اس سلسلہ میں دیوبندی مجدد کے ایک تجدیدی کارنامے
کا ذکر مقصود ہے اور وہ یہ کہ جناب گنگوہی کی تجدید کا اس لئے انکار
نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جو کام سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

تک کسی نبی سے بھی نہ ہو سکا اور نہ ہی چودہ صدیوں میں کسی مسلمان کو اس کی جرأت ہوئی وہ جناب گنگوہی نے یہ لکھ کر انجام دے دیا کہ لفظ رحمۃ العالمین صفتِ خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں حالانکہ یہ ہمارے آقا کریم کا ایسا مبارک لقب ہے جو اللہ کریم نے قرآن کریم میں صرف اور صرف اپنے حبیب کریم کے ساتھ خاص کیا ہے کتاب و سنت اور کتب سیر و تاریخ میں آپ کو یہ ثبوت کبھی کہیں نہیں ملے گا کہ کسی نبی یا رسول نے کسی بھی وقت میں رحمۃ العالمین ہونے کا دعویٰ کیا ہو پھر چودہ سو برس سے ساری امت اس بات پر متفق ہے کہ اس صفت سے متصف ساری خدائی میں صرف فخر موجودات سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے جن کو اللہ کریم نے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فرما کر مخاطب فرمایا ہے۔ اب جناب گنگوہی کی جرأت دلیری اور مجددانہ شان کا اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آ کر اس صفت کو تاویل عام کر دیا۔ اور پھر یہ سلسلہ صرف سوال جواب تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ اس اس پر باقاعدہ عمل کے لئے کئی کھلاڑی میدان میں آ گئے۔

دیوبندیوں کے رحمۃ العالمین

حضرت والا (تھانوی) کی سراپا رحمت شخصیت پر بلا مبالغہ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا وہ لقب صادق آتا ہے۔ جس سے حضرت مولانا گنگوہی

نے شیخ العرب والعجم حاجی صاحب کو وفات حضرت حاجی صاحب ممدوح یاد فرمایا تھا۔ یعنی بار بار فرماتے تھے۔ ہائے رحمۃ اللعالمین، ہائے رحمۃ اللعالمین [1] اس عبارت سے بلا تکلف یہ ثبوت مل گیا کہ دیوبندی امّت کے کم از کم دو [2] رحمۃ اللعالمین تھے۔

(۱) جناب تھانوی (۲) جناب حاجی امداد اللہ صاحب یاد رہے کہ یہ وہی حاجی صاحب ہیں جو موجبِ برکت جان کر ہر سال محفلِ میلاد منعقد کرتے اور سلام و قیام میں لطف اُٹھاتے تھے۔

کیا دروازہ کھولنے والے خود محروم رہ گئے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ظلم نہیں کہ جناب تھانوی اور میلادی پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تو رحمۃ اللعالمین بن گئے اور جناب گنگوہی جن کی ہمت سے یہ عقدہ حل ہُوا تھا۔ وہ دروازہ کھولنے والے خود محروم رہ گئے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ میرے علم میں موصوف کو کسی نے رحمۃ اللعالمین تو نہیں کہا، لیکن اس کے باوجود ایک بہت بڑا منصب موصوف نے اپنے لئے بھی مخصوص کیا ہُوا ہے لہٰذا یہ کمی اِدھر سے پُوری ہو گئی۔ اس منصب کے بیان کا اعلان خود آنجناب نے کیا تھا۔ بارہا آپ کو

---

[1] اشرف السوانح ج: ۳ ص ۱۵۳

اپنی زبان فیض ترجمان سے کہتے ہوئے سُنا گیا کہ سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور میں بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔[1]

کہاں کی بات تھی کہاں تک جا پہنچی

اگر بالغرض جناب گنگوہی کو عالم بھی تسلیم کر لیا جائے تو نائب رسُول ہونے کی حیثیت سے بھی علماء کا منصب صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباع رسُول کریم کی دعوت دیں نہ یہ کہ اپنی اتباع پر ہدایت اور لوگوں کی نجات کو موقوف کر دیں لیکن جناب گنگوہی کے اِس دعویٰ سے تو صاف واضح ہو گیا کہ اتباع رسول پر نہیں بلکہ موصوف کی اتباع پر نجات موقوف ہے گویا منصب خاتم الانبیاء پر خود قابض ہو گئے کیونکہ مسلمانوں کا تو چودہ سو سال سے یہی عقیدہ آرہا تھا کہ حضور نبی کریم کی اتباع پر انسانوں کی ہدایت اور نجات موقوف ہے اور آپ کی اتباع عین اتباع خدا تعالیٰ ہے مگر یہاں تو معاملہ دگر گوں ہو گیا اور مشن کہ کوشش یوں کامیاب ہوئی کہ جناب خلیل احمد نے شیطان کو علم میں نبی پاک سے بڑھایا اور بانی دیوبند نے عمل میں امتیوں کو بڑھایا پھر اِس سلسلے کے مجدد نے صفت رحمۃ اللعالمین کو اپنے حلقے میں بانٹا اور

---

[1] تذکرۃ الرشید ج: ۲، ص ۱۷

چونکہ پیچھے رہنا معیوب تھا اس لئے اِن سب کی نجات کو اپنی اتباع پہ موقوف کر کے در پردہ منصب رسالت پر ڈاکہ زن ہو گئے لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور صریح اعلان نبوت کئے بغیر بصد حسرت دُنیائے فانی سے کوچ کرنا پڑا اور باقی ماندہ کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے تبلیغی جماعت میدان میں آئی اور اِن کے قائد نے یوں ہمت افزائی کی۔

حق تعالیٰ چاہیں تو تم سے وہ کام لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے،،

چونکہ جناب مجدد منصب رسالت پر علانیہ فائز ہونے سے پہلے کوچ کر گئے اور وہاں تک پہنچنا ضروری بلکہ مقصد اصلی تھا اور چونکہ قائد جماعت خود اس منصب کے حاصل کرنے کا تہیہ کر چکے تھے اس لئے اپنے چیلوں کو یہ خُطبہ دیا۔ حق تعالیٰ کسی کام کو لینا نہیں چاہتے تو چاہے انبیاء بھی کتنی کوششیں کریں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے[1]۔ حضرات اندازہ کیجئے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

کجا انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ معصوم جماعت اور کجا یہ نام نہاد جماعت کے گشتی دستے مگر چونکہ انبیاء کی تنقیص اور اپنی برتری کا اظہار مقصود تھا اِس لئے حق تعالیٰ کی مشیت کی آڑ لے کر کہہ دیا کہ چاہے انبیاء

[1] مکاتیب الیاس ص ۱۰۷

کتنی بھی کوشش کریں تب بھی ذرہ نہیں ہل سکتا اور جو کام انبیاء سے بھی نہ ہو سکے وہ تم سے لیں گویا دونوں طرح انبیاء کی تنقیص کا پہلو نکالنا ضروری اور فرضِ عین سمجھا۔

مقصودِ اصلی کی طرف پہلا قدم اور طریقۂ تبلیغ کی ایجاد

جب ایک طرف فضا ہموار ہو گئی۔ جماعتِ انبیاء کے ساتھ موازنہ قائم کر کے اپنے چیلوں کے ذہنوں کو گستاخی کا ہر کلمہ قبول کرنے کے لئے مستعد کر لیا تو مقصودِ اصلی کی طرف پہلا قدم اُٹھایا۔ آج کل خواب میں مجھ پر علومِ صحیحہ کا القاء ہوتا ہے۔ اس لئے کوشش یہ کرو کہ مجھے نیند زیادہ آئے یہ فرمایا کہ تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا[1]

اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ تبلیغ کا جو طریقہ تبلیغی جماعت نے اختیار کر رکھا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ رسولِ کریم انبیاء کرام اور صحابہ کرام کا بتایا ہوا نہیں بلکہ جناب الیاس کی اپنی ایجاد ہے جو بے دین یہ کہے کہ یہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ وہ بہت بڑا کذاب اور دھوکہ باز ہے۔

---

[1] ملفوظات ص ۵۱

صحابۂ کرام کی توہین کی شرمناک مثال

جماعت کے ایک دوسرے قائد جناب ابوالحسن علی ندوی نے لکھا: "امّی بی (جناب الیاس کی نانی) مولانا پر بہت شفیق تھیں فرمایا کرتی تھیں کہ اختر[1] مجھے تجھ سے صحابہ کی سی خوشبو آتی ہے کبھی پیٹھ پر محبّت سے ہاتھ رکھ کر فرماتیں۔ کیا بات ہے کہ تیرے ساتھ مجھے صحابہ کی سی صورتیں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں[2]"

صحابہ کرام کو امّی بی نے کب دیکھ کہ اُن کی خوشبو سونگھی تھی کہ اِس پاکیزہ جماعت جیسی صورتیں میاں اختر کے ساتھ نظر آنے لگیں۔ پھر لُطف یہ کہ میاں الیاس کی ساری دینی برادری کا یہ دعویٰ ہے کہ نبی کریم کو کل کی خبر نہیں تو امّی بی کو کئی سال بعد آنے والے واقعات اور میاں اختر کے ساتھ پھرنے والی صوُرتیں کیسے نظر آگئیں۔ یہ اصل میں جس منصب کی تلاش تھی۔ اُس کے لئے راہ ہموار کی اور چونکہ نبی کے لئے صحابہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت میں شرکت کرنے والے نا اہلوں کو صحابہ کی سی صورتیں کہہ کر اس عقدہ کو حل کر لیا۔

دبے الفاظ میں نبوّت

مولانا فرماتے تھے کہ جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ سا

---

[1] میاں الیاس کا لقب ہے [2] دینی دعوت ص ۴۲

محسوس ہوتا تھا۔ حضرت (گنگوہی) سے کہا تو حضرت بھر آگئے اور فرمایا کہ مولانا محمد قاسم (نانوتوی) نے بھی شکایت حاجی صاحب (امداد اللہ) سے فرمائی تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ اللہ آپ سے کوئی کام لے گا [1]۔

مولانا ارشد القادری کا کہنا ہے کہ ابوالحسن علی ندوی نے خیانت سے کام لیا ہے۔ حاجی صاحب کا جواب یہ نہیں تھا۔

اصل قصّہ یہ ہے کہ

مولانا قاسم نانوتوی نے جب حاجی صاحب سے یہ شکایت کی کہ جہاں بیٹھا ایک مصیبت ہوتی ہے۔ اس قدر گرانی کہ جیسے سَو (۱۰۰) سَو (۱۰۰) من کے پتھر کسی نے رکھ دیئے زبان و قلب سب بستہ ہو جاتے ہیں [2]

اِس پہ حاجی صاحب نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نبوّت کا آپ کے قلب پہ فیضان ہوتا ہے اور یہ وہ ثقل (بوجھ) ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا۔ تم سے حق تعالیٰ کو وہ کام لینا ہے جو نبیوں سے لیا جاتا ہے [3]

---

[1] دینی دعوت ص ۴۵ [2] سوانح قاسمی ص ۲۵۸ شائع کردہ دارالعلوم دیوبند

[3] سوانح قاسمی جلد ۱ ص ۲۵۹

اس واقعہ سے معاملہ صاف اور منزلِ مقصود بالکل نزدیک پہنچ گئی ، کیونکہ جناب ندوی کے مطابق میاں الیاسؒ کو بھی ویسا ہی بوجھ محسوس ہُوا جیسا کہ جناب نانوتوی کو محسوس ہُوا تھا اور جب اُن کے پیر کے قول کے مطابق اُن کے قلب پر نبوّت کا فیضان ہوتا تھا تو آخر یہ کیسے پیچھے رہتے انہیں بھی وہی بوجھ معلوم ہونے لگا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت ہوتا تھا۔

کھُلے الفاظ میں نبوّت کا دعویٰ

یہاں تک تو منصب نبوّت کی طرف ایک خاموش پیش قدمی تھی ۔ اب انبیاء کے مثل لوگوں میں ظاہر کئے جانے کا دعویٰ جن لفظوں میں کیا گیا ہے ۔ وہ ملاحظہ ہوں ۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد : كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہُوئی کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے لئے ظاہر کئے گئے ہو[1]

برادرانِ اسلام چودہ صدیوں سے دُنیائے اسلام میں یہ

---

[1] ملفوظات الیاس ص۵۱

آیت پڑھی جارہی ہے۔ سب نے اس کا مفہوم یہی سمجھا کہ یہ حضور نبی کریم کی امت کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ انہیں فرمایا گیا ہے کہ تم بہترین امت ہو لوگوں کو تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو، لیکن اتنی طویل مدت کے بعد اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے کہ معاذ اللہ یہ آیت میاں الیاس کی شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ میاں الیاس مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہیں۔ انبیاء کی مثل بننا تو ان لوگوں نے کھیل اور تماشا بنا لیا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو نہ خوف خدا ہے اور نبی کریم سے حیا جو چاہتے ہیں کرتے اور جو دل میں آتی ہے کہتے ہیں ان کے ہاں یہ تفسیر بالرائے کوئی جرم ہے اور نہ ہی انبیاء کی ہمسری کوئی گناہ

پسماندگان نے اعلانِ نبوّت پر پھول چڑھا دیئے“

دینی دعوت کے مرتب کا کہنا ہے کہ جب ان (میاں الیاس) کا جنازہ میدان میں لاکر رکھا گیا تو اس موقع پر شیخ الحدیث (جناب ذکریا) اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو میدان کے نیچے جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط سے پڑھ کر اس موقع کے لئے تعزیت

موعظت کیا ہو سکتی ہے[1]۔

اس سے پہلے دہلی میں جناب الیاس کے متعلق موت کی خبر مشہور ہو گئی تھی اور کافی لوگ سُن کر جمع ہو گئے تھے اس وقت بھی یہی آیت پڑھ کر کارروائی کا آغاز ہُوا تھا۔ اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

مولانا منظور صاحب نعمانی نے مسجد کے نیچے درخت کے تلے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط کے مضمون پہ ایک برمحل اور مؤثر تقریر کی[2]۔

اس آیت کا محل استعمال صرف ذات رسُول کریم ہے

اہل علم پر مخفی نہیں کہ حضور پُرنور کے وصال کے موقع پر جب حضرت عمر یہ فرما چکے تھے کہ جو یہ کہے گا کہ حضور کا انتقال ہو گیا ہے اس کا سر بدن سے جُدا کر دیا جائے گا۔ حضرت صدیق نے یہ آیت تلاوت فرما کر اُس وقت کے ذات کریم کے متعلق عدم موت کے تصور کا ازالہ فرما دیا، کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ آیت کا ترجمہ ہے کہ اور محمد تو ایک رسُول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے ہیں۔

---

[1] دینی دعوت ص۱۸۶ [2] دینی دعوت ص۱۸۱

اس ترجمہ اور حضرت صدیق اکبر کے فرمان سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اس آیت کا محل استعمال صرف ذاتِ رسولِ کریم ہے کسی دوسرے پر اس کا استعمال قرآن سے بغاوت ہے۔ اب قابل توجہ یہ بات ہے کہ میاں الیاس کی موت پر بار بار اس آیت کے استعمال کا کونسا محل تھا۔ کیا وہ رسول تھا کیا اس کا یہی نام تھا جو آیت کریمہ میں ہے کیا اس کے مرنے کا لوگوں کو یقین نہ تھا۔ آخر یہ التزام کیوں کیا گیا۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ میاں الیاس کا منصب اس کی جماعت کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کے مبارک منصب سے کسی طرح کم نہ تھا، ورنہ چودہ صدیوں میں دُنیا سے کوچ کرنے والے لاکھوں صحابہ کرام، تابعین صلحائے امّت، علمائے ملّت محدثین و مفسّرین، فقہاء اور ہر قسم کے اولیاء کی مفصّل سوانحات تاریخ کے خزانے میں محفوظ ہیں لیکن اگر آپ دیانت کی نظر سے تاریخی دنیا کی سیر فرمائیں گے تو میاں الیاس کے سوا ایک فرد بھی آپ کو ایسا نظر نہ آئے گا۔ جس کی موت پر اس کے ماننے والوں نے یہ آیت کریمہ منطبق کی ہو اور پھر بار بار اس کا اعادہ کیا ہو اور پھر مسلمانوں کے کسی طبقے نے اسے اپنا پیشوا بھی مانا ہو۔ ایسی بے ادبی کی دولت دیوبندی، سہارنپوری یا اُن کے دیگر ہم مشرب لوگوں کو ہی نصیب ہوئی ہے اور پھر اُن کے ماننے والوں نے بھی حد کر دی ہے کہ رسولِ خدا کی عظمت کو کھلی طور پر پامال کرنے والوں کی غلامی کا دم بدستور بھرتے جا رہے ہیں۔ انہیں

مدینے سے کٹ جانا بخوشی منظور ہے لیکن رائے ونڈ سے انقطاع گوارا نہیں۔

سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیوبندی سلسلہ میں بے ادبی اور انبیاء کے ساتھ ہمسری کا یہ جذبہ کیوں پایا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فیض انہیں بالواسطہ نجد سے نصیب ہوا ہے۔ شیخ نجدی ان کا نامی گرامی پیشوا ہے۔ یہ اس نسبت پر فخر کرتے ہیں۔

منظور نعمانی کی زبانی وہابی ہونے کا فخریہ اقرار

اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں[1]۔ یہ کہانی جناب ذکریا کاندھلوی کی زبانی یوں بیان ہوئی ہے۔ مولوی صاحب میں خود تم سب سے بڑا وہابی ہوں[2]

جناب تھانوی کا نیاز کی جلیبیوں کے قصے میں یہ کہنا کہ یہاں نیاز مت لایا کرو۔ یہاں وہابی رہتے ہیں۔ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مقاصد

---

[1] سوانح مولانا محمد یوسف صہ ۱۹۰ [2] سوانح مذکور صہ ۱۹۲

تبلیغ کو مولوی احتشام الحسن صاحب نے اختصار کے ساتھ نوٹ کر کے نجد کے جس شیخ الاسلام عبداللہ ابن حسن کے یہاں پیش کیا تھا۔ وہ محمد بن عبدالوہاب نجدی ہی کی اولاد سے ہے۔ ملاقات یوں ہوئی۔ مولانا محمد الیاس اور مولوی احتشام ان (عبداللہ ابن حسن) کے یہاں بھی گئے۔ اُنھوں نے بہت اعزاز و اکرام کیا اور ہر بات کی خوب خوب تائید کی اور زبانی پوری ہمدردی کا وعدہ کیا۔[1]

نجدی ہمدردی سے پہلے ہمدرد کون تھا،،

جماعت کے راہنماؤں کا صفائی سے عرض کرنا کہ ہم بڑے وہابی ہیں۔ پھر نجدی کی طرف سے ان کا اعزاز ہر بات کی خوب تائید اور پوری ہمدردی کا وعدہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ جماعت اپنے نجدی آقاؤں کے اشاروں پہ ناچ رہی ہے۔ ہمدردی اُدھر سے جاری ہے اور نجدی نظریات کی تبلیغ اِدھر سے اس لئے جماعت کے کارکن خانگی اخراجات کی کسی قسم کی پریشانی کے بغیر تبلیغی گشت پہ کئی چلے ششماہی بلکہ سالانہ تک قربان کر دیتے ہیں اور اس سوال کا

---

[1] مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۱۰۱

جواب کہ نجدی ہمدردی کے حصول سے پہلے اس بے چاری جماعت کا ہمدرد کون تھا۔ ہم اسی گھر کے شاہد سے پیش کرتے ہیں۔ پڑھیئے اور لُطف اُٹھائیے۔

تبلیغی تحریک کو ابتدائی امداد

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس کی تبلیغی تحریک کو ابتداءً حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد کچھ روپیہ ملتا تھا۔ پھر بند ہوگیا[1]۔

حضرات یہ ہے تبلیغی جماعت کی ابتدا اور انتہا اب جس نجدی وہابی کی یہ صفائی بیان کرتے ہیں۔ جس کے قصیدے پڑھتے پڑھتے جناب گنگوہی کوچ کر گئے۔ اس بدبخت کی شیطانی شان سید الکونین کی نشاندہی کے پیش نظر دیکھئے۔

نجدی شیخ کی کہانی
سیّد الکونین کی زبانی

عن ابن عمر قال قال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم

---

[1] مکالمۃ الصدرین صہ ۸ شائع شدہ از دیوبند

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاظنہ قَالَ فِی الثَّالِثَۃِ ھُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِھَا یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعاء فرمائی کہ اے اللہ ہمارے لئے ملک شام اور یمن میں برکت نازل فرما۔ وہاں جو نجدی موجود تھے۔ اُنہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اور ہمارے نجد میں بھی۔ حضور نے دوبارہ دُعا فرمائی یا اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت نازل فرما۔ پھر نجدی نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے نجد میں۔ راوی کا کہنا ہے کہ غالباً تیسری بار حضور نے فرمایا کہ وہ زلزلوں اور فتنوں کی جگہ ہے اور وہاں سے شیطان کی سینگ نکلے گی۔"

ہم تبلیغیوں کی مدنی زبانی نجدی وہابی کی خباثتیں بیان کر چکے ہیں حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں آقا کریم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ آخری زمانے میں ایک قوم (جماعت) نکلے گی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں کے نیچے نہیں اُترے گا۔ وہ دائرۂ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان (یا شکار) سے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کی خاص علامت سر منڈانا ہو گی۔ وہ

گروہ در گروہ نکلتے رہیں گے۔ حتی کہ ان کا آخری دستہ دجّال کے ساتھ نکلے گا۔ اب ظاہر ہے کہ مدینہ منوّرہ اور مکہ مکرمہ میں تو دجّال کا داخلہ بند ہے تو یہ اس سے کیسے ملیں گے کہ مکہ مدینہ سے نکل آئیں گے تو ثابت ہُوا کہ وہاں منافق ہوں گے تب نکلیں گے لہٰذا صرف مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ رہنے سے آدمی مومن نہیں بن جاتا۔

نجدیوں کی نشانی علامہ ذینی کی زبانی

عرب کے مشہور مؤرخ حضرت علامہ ذینی دحلان مکی نے الفتوحات الاسلامیہ جلد: ۲ ص ۲۶۸ میں اس بات کی تشریح فرمائی ہے کہ آخری زمان میں نکلنے والی جماعت کی سر منڈانے والی جو نشانی اور خاص علامت حضور پُرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمائی ہے۔ وہ نجدی گروہ کے بارے میں بالکل صراحت ہے، کیونکہ سر منڈانا انہیں لوگوں کا جماعتی شعار ہے۔ اس سے پہلے خارجیوں اور ان کے علاوہ دیگر بے دین بدعتی فرقوں میں سے کسی فرقے کے اندر یہ علامت موجود نہ تھی۔

دینی چوروں کا حُلیہ صدیوں سے شائع ہے

ہر حکومت کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ اپنے باغیوں اور نامی چوروں کا حُلیہ شائع کرتی ہے تو بلا شبہ سلطان کونین نے دین کے چوروں اور نبوّت کے باغیوں کا حُلیہ جن موزوں الفاظ میں بیان فرمایا ہے

اس کو محدثین نے آج سے صدیوں پہلے بخاری، مُسلم، نسائی، مشکوٰۃ جلد اوّل ص۳۵ وغیرہ میں شائع فرما کر مسلمانوں کو اِن دین کے ڈاکوؤں سے باخبر کر دیا ہے اور پھر علمائے حق نے وقتاً فوقتاً لوگوں کو اس کی یاددہانی کا سلسلہ جاری رکھا ہُوا ہے۔ شامی فتوحات اسلامیہ اور تمہید ایمان وغیرہ۔ اس حقیقت پر بطورِ گواہ موجود ہیں۔

گروہ کی شکل میں آنے والی جماعت فاضل دیوبند کی زبانی

قاضی عبدالسلام فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد نوشہرہ صدر لکھتے ہیں۔ اہلِ تبلیغ کی دُنیا ہی اور ہے۔ نہ علم نہ صُحبتِ شیخ نہ دوا نہ علاج نہ ذرائع اور مقاصد میں امتیاز اندھے کے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ جس کسی پہ جہاں پڑھی۔ نہ حکیم نہ مرض نہ دوا نہ پرہیز۔ انجان لوگ ایک مخصوص نظام کے ماتحت اکٹھے ہو کر چلنے پھرنے سے تین ہی دن میں مقبولِ خدا بن جاتے ہیں۔ یہ کوئی عقل کی بات ہے۔ تماشا ہُوا ہر کہ ومہ بچے بوڑھے سے شرقی و غربی سے عالم جاہل سے ایک ہی مطالبہ ہے کہ چلہ دو گھر بار چھوڑ کر سفر میں رہو[1]

---

[1] شاہراہ تبلیغ مصنفہ قاضی عبدالسلام فاضل دیوبند

جماعت کی کہانی
میاں الیاس کے شریکِ کار کی زبانی

مولوی عبدالرحیم شاہ دیوبندی (جو جماعت کے بانی میاں الیاس کے شریک کار بھی رہ چکے ہیں) کا کہنا ہے کہ غور کا مقام ہے کہ کوئی شخص بغیر سند کے کمپوڈر تک نہیں ہو سکتا۔ مگر لوگوں (تبلیغی جماعت) نے دین کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کا جی چاہے وعظ تقریر کرنے کھڑا ہو جائے۔ کسی سند کی ضرورت نہیں۔ ایسے ہی موقعہ پر یہ مثال خوب صادق آتی ہے۔

نیم حکیم خطرۂ جان نیم مُلّاں خطرۂ ایمان [1]

مولوی عبدالرحیم کا کہنا ہے کہ بالآخر جب میں نے کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں دیکھا تو میں نے استخارہ کیا اور خوب دعائیں کیں۔ الحمدللہ! جب مجھے خوب شرح صدر ہو گیا تو میں نے تبلیغی جماعتوں کی موجودگی میں ان کی کمزوریوں کی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا جو مسلمانوں کے لئے سمِ قاتل کا درجہ رکھتی ہے [2]

---

[1] اصولِ دعوت و تبلیغ مصنفہ عبدالرحیم ص ۵۴

[2] اصولِ دعوت و تبلیغ ص ۴۶

وہابیت کے متعلق آخری بات

یاد رہے کہ اب تک وہابیت کی جتنی شاخوں کا بیان ہوا ہے اُنہوں نے بظاہر تقلید کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ اِن برائے نام مقلدوں کو پاک و ہند میں گلابی وہابی یا دیوبندی وہابی کہا جاتا ہے۔ کچھ وہابی تقلید کے کھُلے مُنکر ہیں۔ انہیں غیر مقلد وہابی کہا جاتا ہے۔ غیر مقلد اور ان برائے نام مقلد وہابیوں کے عقائد میں ذرہ بھر فرق نہیں میاں اسمٰعیل دہلوی (جس کی وجہ سے یہاں ہند و پاک میں وہابیت پھیلی ہے) کو ماننے اور اس کی تعلیمات کو نشر و اشاعت میں یہ سب متفق ہیں اور وہ خود محمد بن عبد الوہاب کا انتہائی پیروکار تھا۔ اب قطع نظر اس سے کہ جناب دہلوی کا محمد بن عبد الوہاب نجدی سے جوڑ کیسے ہُوا۔ یہ سلسلہ ابن قیم ابن تیمیہ سے ہوتے ہُوئے اصل شیخ نجدی بانی سلسلہ خذا (جس کے چیلے دار الندوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی کے لئے جمع ہُوئے تھے۔ اندر سے دروازہ بند تھا تاکہ کسی دوسرے خیال کے آدمی کو اس کارروائی کی خبر نہ ہو) تک کس طرح پہنچتا ہے جس نے دار الندوہ کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ اور اس سوال پر کہ تم کہاں سے آئے ہو جواب دیا کہ اَنَا شیخ مِن نجد میں نجد لوگوں کا پیر ہوں۔ تمہاری مشکلکشائی کے لئے

لہ تواریخ عجیبہ صنک تفسیر روح المعانی زیر آیت و اذ یمکر بک الخ

آیا ہوں۔ کارروائی میں شرکت چاہتا ہوں۔

قصہ کوتاہ یہاں تو صرف اس بات کی نشاندھی کرنی ہے کہ جناب دہلوی کا انگریز سے کتنا گٹھ جوڑ تھا۔ ان سے انہیں کتنی مراعات حاصل تھیں اور ان کا جہاد سکھوں کے خلاف تھا یا مسلمانوں کے۔ گو یہ بہت طویل ہے۔ ایسی مختصر کتاب میں اس کا بالتفصیل بیان کرنا بہت مشکل ہے؛ تاہم اس سے بالکل صرف نظر کرنا بھی کتاب کے مضامین میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے تھوڑا سا مضمون اس سلسلے میں بھی ملاحظہ کیجئے۔

شاہ اسمٰعیل اور اس کے پیر سیّد احمد کا قصّہ

کلکتہ میں جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے۔

آپ نے جواب دیا کہ ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ہم ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرہ بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے بلکہ اگر کوئی ان پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ

وہ اس سے لڑیں اور گورنمنٹ برطانیہ پر آنچ نہ آنے دیں[1]۔

آپ کی سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے اور اعلانیہ طور پر سید صاحب نے بہ دلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت کرنے سے منع کیا ہے[2]

عملی وفاداری کا ثبوت

انگریز کی جس حمایت کا ذکر مندرجہ بالا مضمون میں ہوا ہے۔ یہ حمایت محض زبانی کلامی ہی نہیں تھی بلکہ سید صاحب اور ان کے پیروکاروں نے عملاً ثابت کر دکھایا کہ وہ انگریزوں کے حقیقی وفادار ہیں۔ عاشق الٰہی لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم نانوتوی اور طبیب روحانی حاجی صاحب نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما طبقہ (علماء دیوبند جناب دہلوی کے پیروکار) اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہو گیا[3]

---

[1] حیات طیبہ مصنفہ مرزا حیرت دہلوی ص ۲۹۶

[2] تواریخ عجیبہ ص ۳۳۶ [3] تذکرۃ الرشید: ا ص ۷۴

جن بندوقچیوں سے مقابلہ تھا وہ کون تھے؟

نبرد آزما طبقہ جن بندوقچیوں اور باغیوں کے خلاف پہاڑ کی طرح ڈٹ گیا تھا۔ وہ معاذ اللہ کفار و مشرکین نہ تھے، بلکہ سُنّی مسلمان تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا، تو سُنّی مسلمانوں نے علمِ بغاوت بلند کیا ہاتھوں میں بندوقیں لے کر میدان میں نکل پڑے[1] اہلِ اسلام کے خلاف علماء کا یہ نبرد آزما طبقہ غالباً اس لئے ڈٹ گیا ہوگا کہ مثل مشہور ہے جس کا کھائیے اُس کا گائیے۔

سات ہزار روپے کی ایک ہنڈی

کیسے آتا اور کھانے والے کون ہوتے تھے۔ یہ کوئی ایسا معمہ نہیں جسے حل نہ کیا گیا ہو۔ شاہ محمد اسحٰق دہلوی جو سیّد صاحب اور انگریزی حکومت کے درمیان رابطہ تھے۔ وہ انگریزوں کے تعاون

---

[1] انوار رضا ص ۴۴۱

سے روپیہ حاصل کرکے سید صاحب کو پہنچایا کرتے تھے۔ اس وقت ایک ہنڈی سات ہزار روپے کی جو بذریعہ ساہوکارانِ دہلی مرسلہ مولوی محمد اسحاق صاحب بنام سید صاحب روانہ ہوئی تھی۔ ملک پنجاب میں وصول نہ ہونے پر اس سات ہزار روپے کی واپسی کا دعویٰ عدالت دیوانی میں دائر ہوکر ڈگری بحق مدعی بحال رہا۔[1]

بغیر کسی خصوصی وجہ اور تعلق کے اس زمانے میں اتنی کثیر رقم بنام سید صاحب بھیجنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

پکی پکائی روٹی :-

جناب شاہ اسمٰعیل کے راہنما اور رفیقِ کار سید صاحب کا کمال دیکھئے کہ اہلِ ایمان کے مال وجان و دین ایمان کا دشمن انگریز نہ صرف سات ہزار روپے یعنی کچا راشن بلکہ پکی پکائی روٹی خود بخود آکر پیش کرتا ہے۔ یہ قصہ جناب ندوی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو: "اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی سے جواب دیا کہ میں

---

[1] سیرت سید احمد جلد صفحہ ۱۹۰ و انوارِ رضا صفحہ ۲۴۲

یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اُترا اور ٹوپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہنچا اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم کھڑے کرائے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انہوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں یہ اطلاع پاکر میں غروب آفتاب تک کھانے کی تیاری میں مشغول رہا تیار کرانے کے بعد لایا ہوں۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے اور کھانا لے کر قافلہ میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز تین گھنٹہ رہ کر چلا گیا۔

سیّد صاحب پر اتنا کرم کیوں ہُوا

یہ معمہ میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ سید صاحب پر اتنا کرم کیوں ہُوا دین اسلام کے کھلے دُشمن نے بظاہر ایک مسلمانوں کے راہنما کا تین دن انتظار کیوں کیا۔ موصوف کو پادری صاحب کہہ کر کیوں یاد کیا گیا اور پھر تین گھنٹے پادری صاحب کے پاس رہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ سؤر کھانے والے انگریز کا پکا ہُوا کھانا بلاتردد اپنے برتنوں میں منتقل کرنے کا فوری حکم کیوں ہُوا پادری صاحب کی حاضری دیتے وقت ٹوپی اُتارنے کی ضرورت کیوں محسوس ہُوئی۔ کہیں اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ جناب سید احمد

انگریزوں کے دست بستہ غلام بن کر سکھوں کے نہیں بلکہ مسلمانوں نے خلاف قتال کرنے کے لئے جا رہے تھے۔ برادرانِ اسلام یہ میری اختراع یا ذاتی رائے نہیں۔ بلکہ جناب گنگوہی کا ارشاد ہے۔ لکھا ہے حضرت گنگوہی نے اس سلسلے میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبیٹھہ نے مجھے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے۔ بہت ہی کرامتیں وقتاً فوقتاً سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی مولوی محمد اسماعیل دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رام پوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمّٰی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا[ل]

سکھوں کے خلاف جہاد کے نام پر شیشے کا محل پاش پاش ہو گیا

انگریزوں کے وفادار جناب سید احمد کے عقیدتمند جناب دہلوی گنگوہی، نانوتوی، تھانوی وغیرہ کی لڑی میں پروئے ہوئے خوشنما اور نہایت ہی مسکین صورت مولوی حضرات نے سید صاحب کے قتال کو سکھوں کے ساتھ جہاد کا نام دے کر سادہ لوح مسلمانوں

ل سیرت سید احمد ج ا ص ۱۹۶

کے سامنے شیشے کی طرح دُور سے چمکتا ہُوا محل کھڑا کر رکھا تھا جو نامعلوم مسلمانوں کے لئے کب تک دُور سے چمکتا ہُوا محل کھڑا کر رکھا تھا جو نہ معلوم مسلمانوں کے لئے کب تک دردِ سر بنا رہتا۔ لیکن کیا کہنے جناب گنگوہی اور حافظ جانی کے جنہوں نے اپنی ایک غلط کرامت سے ایک آن میں اس محل کو پاش پاش کر دیا اور فرمایا کہ سیّد صاحب نے پہلا جہاد یار محمد خان سے کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یار محمد خان نہ تو کسی سکھ کا نام ہے اور نہ ہی کسی دُوسرے کافر کا نام، تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ وہ ایک کلمہ گو مسلمان اہل قبلہ، نبی کریم کا سچا غلام اور اسلام کا علمبردار اور اہلِ اسلام کا والی و حاکم تھا۔ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ جو جنگ مسلمان حاکم سے لڑی گئی تھی۔ اس کا نام یار لوگوں نے جہاد کیسے رکھ لیا۔ انگریزوں کا آلۂ کار بن کر مسلمانوں کی خونریزی ہی کیا کم تھی کہ اس پہ ستم بالائے ستم کی تعبیر یوں ہُوئی کہ مسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھانے والے مقتول کا نام شہید رکھ دیا اور جو اسلام اور اہلِ اسلام کے پاسبان اِن نبرد آزماؤں کے برعکس ساری عمر انگریز ملعون کے خلاف ہر طرح بر سرِ پیکار رہے۔ اُن کے بے گناہ سر پہ انگریز دوستی کا بے بنیاد بہتان اور بے جا الزام گڑھ مارا انگریز کی حمایت میں بڑا جما کر ڈٹ جانے والے جاں نثاروں کی نہایت ہی مختصر فہرست ہمارے قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں اُن کے سامنے

والے ایک گونہ اس میں شامل ہوگئے۔ اب اِن مردانِ خُدا اور داعیانِ حق کی ایک انتہائی مختصر ترین فہرست ملاحظہ ہو جن کی ساری زندگیاں نہ صرف انگریز مردود بلکہ ہر قسم کے کفر و الحاد کے خلاف جہاد میں ختم ہوگئیں۔

علمائے حق کی برگزیدہ جماعت

علمائے حق کی جس برگزیدہ جماعت کے خلاف زہر یا منہ کی راہ سے غلاظت اُگلنے کا فریضہ صرف ان لوگوں نے انجام دیا ہے جو انگریز کے صحیح جان نثار شیخ نجدی کے پُورے وفادار اور پاک و ہند کے وہابیوں کے امام شاہ اسماعیل دہلوی کے سچے فرمانبردار تھے۔ یوں تو ان میں سے ہر ایک نے کل انا دیتر شیخ بمافیہ کے تحت نہایت ہی ناشائستہ کلمات استعمال کئے ہیں لیکن جس نے حد سے زیادہ گھٹیا، انتہائی ذلیل، نہایت رذیل اور غایت درجہ گندی زبان دیکھنی ہو وہ جناب حسین احمد مدنی کی الشہاب الثاقب کی ورق گردانی کرے اس میں اِن نیک سیرت سراپا عقیدت مجاہدین اسلام کی پُرخلوص جماعت کے ایک درخشندہ ستارے یعنی اعلحضرت بریلوی کے خلاف زہر اُگلا گیا ہے اور اس پیکرِ علم و عمل کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ، رسول کریم، انبیاء و مرسلین اور اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرنے والے تمام بے دینوں کا پُورا پُورا تعاقب فرمایا

جو گستاخوں کے چیلوں کو ناگوار گزرا اور چونکہ اس کا اور تو اُن کے پاس کوئی علاج نہ تھا۔ اس لئے مُنہ کے راہ سے غلاظت کے ڈھیر لگا دیئے۔

آسمانِ ہدایت کے درخشندہ ستارے

شہید انڈمان علاّمہ ابن علاّمہ حضرت مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ

علم وعمل کے پیکر راہ حق میں اپنی جان کی بازی لگا دینے والے اسلام کے عظیم مُفکر اور بے لوث مجاہد علاّمہ بن علاّمہ حضرت مولٰنا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ جو اس وقت علماء اہلسنت کے قائد تھے۔ آپ نے اپنی خدا داد صلاحیتوں کی وجہ سے بیک وقت فرنگی سامراجیت کی بھی خوب خبرلی اور تارک فروش شریعت کی بھی تاریخ گواہ ہے کہ علاّمہ فضلِ حق رحمتہ اللہ علیہ نے ہی انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کو منظم کر کے برطانوی سامراج کے قلعوں کی بنیادیں متزلزل کر کے رکھ دیں اور آپ کے بعد جس قدر جماعتیں، تنظیمیں اور انجمنیں انگریزوں سے برسرِ پیکار رہوئیں۔ وہ سب علاّمہ کے نقش قدم پہ چلیں۔ حضرت علاّمہ اور آپ کے ہم خیال تمام سُنّی بریلوی علماء کرام نے جب انگریزوں کے خلاف علم جہاد بُلند کیا تو بعض شکم پروروں اور انگریز دوست مولویوں کے اشارے پہ ان مجاہدین کو جیل کی کال کوٹھڑی میں بند کر دیا جاتا رہا۔

مگر جیل کی تاریک دُنیا بھی اِن بندگانِ خدا کے عزائم میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ کر سکی۔ انگریزی اقتدار کی بیخ کنی میں حضرت علامہ نے جو مصائب برداشت کئے وہ اگر پہاڑ پر ڈال دیئے جاتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ حضرت علّامہ نے خود اپنے چشم دید واقعات و حالات اور اپنے مصائب و آلام کا تذکرہ اپنی گرانقدر تصنیف (رسالہ غدریہ) میں کیا ہے۔ جسے ابوالکلام آزاد نے الثورۃ الھندیہ کے نام سے طبع کرایا۔

حضرت علّامہ نے یہ کتاب بھارت کے کسی پُرامن جیل میں نہیں لکھی تھی۔ بلکہ جزیرہ انڈمان میں کالا پانی کی سزا کے دوران تحریر فرمائی جبکہ اُن کے پاس نہ قلم تھا نہ کاغذ، کوئلے سے کپڑوں اور لکڑیوں پر تحریر کی گئی۔ یہ کتاب بھارت کے سورماؤں اور ملک و ملّت کی سالمیت کی خاطر جان دینے والوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔[1]

حضرت علّامہ کو سرسیّد کا خراجِ عقیدت

سرسیّد احمد صاحب نے حضرت علّامہ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ جناب مولٰنا مولوی فضل حق یہ خلف الرشید ہیں جناب فضلِ امام کے زبانِ قلم نے ان کے کمالات پر نظر کر کے فخرِ خاندان

---

[1] انوار رضا ص ۴۲۷

لکھا ہے اور فکر دقیق نے جب سرکار کو دریافت کیا۔ فخرِ جہاں پایا۔ جمیع علوم و فنون میں یکتائے رُوزگار ہیں اور حکمت و منطق کی تو گویا انہیں کی محکمہ عالی نے بنا ڈالی ہے۔ علمائے عصر بلکہ فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگروہ اہل کمال کے حضور میں بساط مناظرہ آراستہ کر سکیں بار بارہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو یگانۂ رُوزگار سمجھتے۔ جب ان کی زبان سے ایک حرف سُنا۔ دعوئ کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھنے لے

مجدّد دین وملّت مولٰنا الشّاہ
امام احمد رضا خانصاحب بریلوی

حضرت مجدد دین و ملّت۔ ماحیٔ شرک و بدعت قاطع اصلِ خارجیت و رافضیت و وہابیت پیکرِ عشقِ مصطفٰی سیدنا علامہ عبد المصطفٰی مولٰنا الشّاہ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ القوی کی رفعت شان کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کو آپ کے بزرگ ترین استاد حضرت ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے اعلٰحضرت کا مبارک لقب عنایت فرمایا۔ شیخ کبیر کہہ کر پکارا آج

لے انوارِ رضا بحوالہ تذکرہ اہلِ دہلی سر سید

دُنیا بھر میں یہ آواز گونج رہی ہے کہ حجازِ مقدس کے عظیم المرتبت عُلماء کرام نے اعلیحضرت کو امام الائمہ امام المحدثین امام شہیر امامِ کبیر آفتابِ معرفت سردارِ وقت عمدۂ علمائے اہلسنت مجددِ، مفسّرِ، مناظر محدّث، محیط کامل مرکز، دائرۃُ المعارف، علامۂ دوران مینارۂ ایمان اصولی فرمان، آفتابِ عرفان وغیرہ بے شمار القابات سے نوازا ہے۔

بلاشبہ یہ کہنا صحیح ہے کہ حضرت احمد رضا خان کسی فردِ واحد کا نام نہیں بلکہ تقدیسِ رسالت کی مُبارک تحریک کا نام ہے عام مسلمانوں کے زندہ ضمیر کا نام ہے۔ عشقِ مصطفٰے میں ڈوب کر دھڑکنے والے پاک بابرکت اور پُرسوز دلوں کا نام ہے جب تک صفحۂ ہستی میں یہ چیزیں موجود ہوں گی۔ امام احمد رضا خان کا نام زندہ رہے گا اور خود اعلحضرت نے اپنے آقا کریم کی شان میں جو شعر لکھا تھا۔ آقا کے طفیل موصوف پر بھی وہ یوں صادق آرہا ہے کہ ؎

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

بُلبلِ گلستانِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم

مجاہدِ اعظم مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ

بُلبلِ گلستانِ نبوی مجاہدِ اعظم حضرت مولانا سیّد کفایت علی کافی مرادآبادی

رحمتہ اللہ علیہ کی وہ پاکیزہ شخصیت تھی کہ مراد آباد کی زمین جن کے مقدس خون کو آج تک داد دے رہی ہے۔ آپ مراد آباد کے معزز ترین سادات کرام کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ علوم عقلیہ نقلیہ میں یگانۂ روزگار ہونے کے علاوہ سرکارِ دوجہان کے غزل کے پیرایہ میں نعت خوان تھے۔ آپ نے جنرل بخت خان، شیخ افضل صدیقی، شیخ بشارت علی خان، مولانا سبحان علی، نواب مجدالدین، مولانا شاہ احمد اللہ مدراسی کی معیت میں مختلف محاذوں پر انگریزوں کو شکست دی بالآخر انگریزوں کے پٹھو کلاں فخرالدین اور بعض خائنوں کی سازش سے ۳۰۔ اپریل ۱۸۵۸ء مطابق ۶ رمضان المبارک ۱۲۷۴ھ گرفتار کر لئے گئے اور مراد آباد جیل سے متصل برسرِ عام انگریزوں نے آپ کو تختۂ دار پر لٹکایا۔ پھانسی کے وقت مولانا مندرجہ ذیل اشعار بڑے ترنم و ذوق سے پڑھ رہے تھے۔

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہمصفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی سُونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بے جان پر خالی کفن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کافی ولیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پہ سخن رہ جائے گا

مولانا عبد الجلیل شہید علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

تحریکِ آزادی کے ایک مقتدر راہنما یگانۂ روزگار علامہ مولانا عبد الجلیل صاحب تھے۔ تحریکِ آزادی ۱۸۵۷ء میں مجاہدین نے انگریزوں کو علی گڑھ سے نکال دیا تو زمام قیادت آپ کے حوالے کی گئی۔ دوبارہ انگریزوں نے چڑھائی کی تو دشمن کے مقابلہ میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے۔ مولانا بھی ان شہداء میں حیاتِ ابدی پا گئے۔ اور ان بہتر (۷۲) شہداء کے ساتھ جامع مسجد علی گڑھ میں دفن ہوئے۔

✤ مولانا امام بخش صہبائی ✤ مولانا رحمۃ اللہ کرانوی
✤ مولانا ڈاکٹر وزیر خاں بہاری ✤ مولانا مظفر حسین کاندھلوی
✤ مولانا رضی الدین بدایونی رحمہم اللہ ان کے مفصل حالات کے لئے انقلابِ آزادی ۱۸۵۷ء پڑھئے۔ دوسرے سرفروشان ملک و ملت سنی بریلوی قائدین تحریکِ آزادی ہند مفتی صدر الدین صاحب دہلوی ✤ مفتی عنایت احمد کاکوری ✤ مفتی رسول بخش کاکوری ✤ سید احمد اللہ شاہ ✤ جنرل بخت خان ✤ مولانا لیاقت علی الہ آبادی ✤ جنرل عظیم اللہ خان ✤ مفتی صدر الدین خان دہلوی ✤ مولانا اعتقاد علی ✤ مولوی امام بخش صہبائی ✤ سید باقر علی صاحب ✤ ناظم محکمہ دیوانی مولوی نور الحسن صاحب ✤ سید

مراتب علی صاحب ؛ مولوی خواجہ تراب علی صاحب ؛ سید حسن علی صاحب ؛ مولوی غلام مرتضیٰ صاحب ؛ مفتی رسول بخش صاحب ؛ مولوی رحمت علی صاحب ؛ مفتی ریاض الدین صاحب ؛ مولوی غلام جیلانی صاحب ؛ مفتی انعام اللہ صاحب ؛ شیخ محمد شفیع صاحب ؛ مولوی مومن علی صاحب ؛ باسط علی صاحب ؛ محمد عظیم صاحب ؛ محمد قاسم صاحب داناپوری ؛ معین الدین صاحب ؛ مولٰنا کریم اللہ صاحب ؛ صدر الصدور قاضی محمد کاظم علی صاحب ؛ تاج الدین صاحب ؛ طفیل احمد خیر آبادی ؛ مولٰنا غلام احمد شہید ؛ مفتی عبدالوہاب گوپاموی صاحب ؛ ڈاکٹر وزیر خاں صاحب ؛ مولوی فیض احمد صاحب بدایونی ؛ حضرت سید تراب علی شاہ صاحب ؛ سجادہ نشین تکیہ شریف کاکوری ؛ مولٰنا وہاج الدین مرادآبادی ؛ نواب مجد الدین ؛ حافظ محمد عبداللہ وغیرہ۔ یہ اکثر حضرات جنہوں نے شمع حریت روشن کی سُنّی بریلوی صوفی اعتقاد درویش مسلک ہی تھے مولٰنا فضل حق شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اس کارزار جہاد میں مرکزی اور قائدانہ حیثیت حاصل ہے۔[1]

یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہے کہ تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کے تمام مجاہدین علماء مشائخ اکابرین، علماء سُنّی بریلوی تھے اور جب کہ سید احمد بریلوی اور مولوی اسمٰعیل مدفون بالاکوٹ نے اپنی پیٹ پوجا کو مقدم رکھ کر

لہ انوار رضا ص ۴۲۹

انگریزی اقتدار قائم کرنے کے لئے ایک تحریک معاونت برطانیہ چلائی تو برطانوی اقتدار کے پرخچے اُڑانے والے سُنّی بریلوی علماء کے اولی العزم اکابر علمائے دین قائدین آزادی رہنما ہی تھے۔ جن میں سرِ فہرست شہید ملت شمع حریت مولٰنا شاہ احمد اللہ مدراسی کا اسمِ گرامی آتا ہے۔ تحریکِ آزادی کی تمام تاریخیں اس بطلِ جلیل کے مفصل کارناموں سے مزین ہیں اور ان نامراد مؤرخین پر سخت افسوس ہے جنہوں نے مولانا کو ننگِ دین و وطن سید احمد بریلوی و مولوی اسمٰعیل کے عزائم کا تکمیل کنندہ لکھ کر یا اُن سے تعلق دار بنانے کے لئے اِن غداروں کو مولٰنا کے حالات میں گھسیٹ کر اُن کے مقدس عقیدہ و کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مولٰنا شاہ احمد اللہ صاحب خالص سُنّی، حنفی، صوفی، عالم اور ممتاز مجاہد تھے۔ سید احمد اور اسمٰعیل جیسے بدعقیدہ نام نہاد مجاہدوں سے شہید موصوف کا دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔[۱]

بے حد افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے تاریخِ اسلام کا حُلیہ بگاڑ کر مُسلم قوم کو اندھیرے میں ڈال دیا ہے"

لازم تو یہ تھا کہ حضرت مولٰنا فضل حق صاحب مولٰنا کافی صاحب مولٰنا مدراسی صاحب وغیرہ مجاہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے عظیم کارنامے تاریخ

[۱] انوارِ رضا صنہ ۳۰

کے اوراق میں آبِ زر سے لکھ کر اِن مجاہدینِ اسلام کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا، لیکن بے حد افسوس ہے اِن لوگوں پر جنہوں نے دیانت کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اِن حقیقی مجاہدین کی جگہ انگریز کے اہلکاروں کو دے کر تاریخ اسلام کا حلیہ بگاڑ کر مسلم قوم کو اندھیرے میں ڈال دیا ہے۔ فالی اللہ المشتکی وَالصّلوٰۃ والسّلام علی سیّد المرسلین سیّدنا مُحمّد وآلہٖ واصحابہ اجمعین و آخر دعوانا الحمد للہ ربّ العالمین حررہ الراجی الیٰ لطف ربّ العالمین الآثم الحقیر المدعو محمد ریاض الدّین القادری الچشتی الحنفی عفی اللہ عنہ وعن والدیہ والمؤمنین والمؤمنات الی یوم الدین ۵ ذوالحجہ شریف ۱۴۰۴ ہجری المقدس بمطابق ۲۔ ستمبر سنہ ۱۹۸۴ء بروز اتوار بعد از ظہر

مہتمم جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام

اٹک صدر

فہرس

مینارِ حقیقت

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

مؤلّف کی دیگر

تالیفات

※ سیفِ جدید ※ گلدستہ عقیدت

※ ذکرِ حبیب ※ مفتاح القرآن

※ آفتاب چوراہی ※ آفتاب بغداد

※ گنجینۂ حق ※ سفینۂ حق

※ ستونِ دین ※ اسلامی عقائد

※ زینۂ حق ※ مرأتِ دین وغیرہ

جامعہ غوثیہ، معینیہ رضویہ ریاض الاسلام

ضلع اٹک سے ہر وقت دستیاب ہیں!

مرکزی دارالعلوم

❋ جامعہ غوثیہ، معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اھلِ اسلام کی دینی خدمات کیلئے ہر وقت کھلا ہے

❋ جامعہ میں عرس مولیٰ علی مشکلکشاء و جشن دستارِ فضیلت ہمیشہ ۲۲۔ رمضان المبارک و آغاز دورۂ قرأت ۱۰ شعبان کو ہُوا کرے گا۔

❋ عالمی مرکزی وحدت اسلامیہ اٹک کا سالانہ عظیم الشّان اجتماع

مرکزی دارالعلوم میں ہر سال شوال المکرم کی تیسری جمعرات کو ہُوا کرے گا۔ اس دینی جماعت میں شمولیت کی ہر مسلمان کو دعوت عام ہے

ضروری اعلان

ہر سال جشن میلادِ پاک سیّد لولاک و عرس شہید ملت

قبلہ امام ملک عبدالستار خان صاحب مرحوم اعوان موضع

لنگر شریف میں ۲۶ ۔ ۲۷ ربیع الاوّل شریف کو،

مرکزی جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام میں

۱۱۔ ربیع الاوّل شریف کو اور مرکزی جامع مسجد انوار مولیٰ علی

میں مرکزی دارالعلوم جامعہ حسینیہ رضویہ ستار المدارس

کی طرف سے ربیع الاوّل شریف کے پہلے بدھ روز ہُوا

کرے گا۔

یادِ شہدائے کربلا ہر سال دس محرم دن کو اور

محفل گیارھویں شریف ہر ماہ کی ۱۲ تاریخ کو جامعہ میں

منائی جایا کرے گی۔

جشن معراج مصطفیٰ اور محفل عرس حضرت خواجہ اجمیری و حضرت امام اعظم و حضور محدث اعظم ہر سال ۲۷۔ رجب المرجب کو ہُوا کرے گی

عرس مجدّد دین کی محفل ہر سال ۲۵ صفر کو منعقد ہُوا کرے گی۔

حضرات خلفاء راشدین کے اعراس مبارکہ اپنی اپنی تاریخوں پر ہر سال نہایت شان و شوکت سے جامعہ میں منائے جاتے ہیں ان تمام محافل مبارکہ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی شمع نبوت کے پروانوں کو دعوت عام ہے

الداعون الی الخیر صاحبزادہ قاری محمد خان رضوی و صاحبزادہ قاری محمد اکرم خان علوی

مؤلف کی دیگر

تالیفات

* سیف جدید * گلدستہ عقیدت
* ذکرِ حبیب * مفتاح القرآن
* آفتاب چوراہی * آفتاب بغداد
* گنجینۂ حق * سفینۂ حق
* ستونِ دین * اسلامی عقائد
* زینۂ حق * مرأتِ دین وغیرہ

جامعہ غوثیہ، معینیہ رضویہ ریاض الاسلام
ضلع اٹک سے ہر وقت دستیاب ہیں!